www.mohaddis.com

333

مدیر اعلیٰ
حافظ عبدالرحمن مدنی

ملّتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلّہ

محدث

دسمبر ۲۰۰۹ء

۲ صدر کی عدالتی بازپرس اور اسلام
۵۱ ڈاکٹر مقتدیٰ ازہریؒ اور عبدالجبار شاکرؒ
۳۹ 'توحیدِ حاکمیت' اور سلفی علما کے اقوال

مجلس التحقیق الاسلامی
ISLAMIC RESEARCH COUNCIL
PAKISTAN

ماہنامہ محدث لاہور

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارُف

مُدیرِ اعلیٰ: حافظ عبدالرحمٰن مدنی **مُدیر:** ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے - جس کا نام محدث تھا- کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیمِ ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین ودانشور حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ نے اس کا اِجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ ۱۹۷۰ء سے اب تک کامیابی وکامرانی سے شائع ہورہا ہے، وللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحبِ علم وفضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور ملحدانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: ۲۰روپے **زرِ سالانہ:** ۲۰۰روپے **بیرون ملک:** ۲۰ڈالر

بذریعہ منی آرڈر/بینک ڈرافٹ ۲۰۰روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی وتحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔ **ایڈریس:** ماہنامہ محدث، ۹۹جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۵۴۷۰۰

فون نمبر: 35866476 / 042 - 3586639 **موبائل:** 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.kitabosunnat.com __ www.mohaddis.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

اجرائے مُحدث کے مقاصد

- عناد اور تعصّب قوم کیلئے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!
لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

- علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!
لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

- غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے!
لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سر انجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

- تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے!
لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین و مسائل اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

- آئین و سیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!
لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

- جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے!
لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

ملّتِ اسلامیہ کا علمی و اصلاحی مجلّہ

ماہنامہ محدث لاہور پاکستان

مدیر اعلیٰ
حافظ عبدالرحمن مدنی

مدیر
ڈاکٹر حافظ حسن مدنی
Only For SMS
0333-4213525

جلد ۴۱ / شمارہ ۱۲ —— ذوالحجہ ۱۴۳۰ھ —— دسمبر ۲۰۰۹ء

فہرست مضامین

فکر و نظر

صدر کی عدالتی باز پرس اور اسلام — حافظ محمد مصطفیٰ راسخ — ۲

قرآن و علوم قرآن

آیاتِ قرآنی کی ترتیب توقیفی ہے! — ڈاکٹر محمود الحسن عارف — ۱۹

حدیث و سنت

شیر خوار بچے کے پیشاب کی طہارت اور طب — پروفیسر زاہدہ شبنم — ۲۹

ایمان و عقائد

'توحیدِ حاکمیت' سلفی علما کے اقوال کی روشنی میں — حافظ محمد زبیر — ۳۹

یاد رفتگاں

ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہریؒ؛ جوارِ رحمت میں — اشفاق سجاد سلفی — ۵۱
عبدالجبار شاکرؒ؛ کتاب شناس و کتاب دوست — ڈاکٹر قاری محمد طاہر — ۶۲

فہارس موضوعی

ماہنامہ محدث کا یکسالہ اشاریہ ۲۰۰۹ء — محمد شفیق کوکب — ۷۷

زر سالانہ
=/۲۰۰ روپے
فی شمارہ =/۲۰ روپے

بیرونِ ملک
زر سالانہ
=/۲۰ ڈالر
فی شمارہ =/۲ ڈالر

Monthly MUHADDIS A/c No: 984
UBL - Model Town Crossing, Lahore

دفتر کا پتہ
۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن
لاہور 54700

☎ : 5866476
5866396
5839404
Email:
hhasan@wol.net.pk

Publisher:
Hafiz Abdul Rahman Madani

Printer:
Shirkat Printing Press, Lahore

Islamic Research Council

محدّث کتاب و سُنّت کی روشنی میں آزادانہ بحث و تحقیق کا حامی ہے ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کُلّی اتفاق ضروری نہیں!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر ونظر

سربراہِ مملکت وقائدین سے عدالتی باز پرس اور اسلام

۶/اکتوبر ۲۰۰۷ء کو جنرل پرویز مشرف کا جاری کردہ نام نہاد 'قومی مفاہمتی آرڈیننس' NRO ملکی حلقوں کی گرما گرم بحث کا موضوع ہے۔ اس سے قبل ۳/نومبر ۲۰۰۷ء کو اعلیٰ عدلیہ کے ۵۵ کے قریب جج حضرات کو فارغ کرکے جنرل مشرف نے جس نئی عدلیہ کو متعین کیا تھا، عدالتی حلقوں میں گذشتہ چند ماہ سے ان جج حضرات سے باز پرس بھی کی جارہی ہے اور ان میں سے کئی جج حضرات یا تو سبک دوش کردیے گئے ہیں یا وہ عدالتِ عظمیٰ سے معافی کی درخواستیں پیش کررہے ہیں۔ ۲۸/نومبر ۲۰۰۹ء این آر او سے مستفید ہونے والوں کے تحفظ کی آخری تاریخ تھی جس دن حالیہ صدر نے ۲۸/آرڈیننس جاری کرکے حکومت کی زمامِ کار بظاہر وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی کو سونپ دی ہے۔ بظاہر ان آرڈیننسوں کے اجرا میں سابقہ تحفظ کی توسیع کو نئی قانونی شکل دینے کے لئے کئی مزید اقدامات کی توقع کی جارہی ہے۔ ایک طرف صدر زرداری کے خصوصی معتمدین جنیوا سے سوئس منی لانڈرنگ کیس کے مستند ریکارڈ اپنے قبضہ میں کررہے ہیں جس کی لحہ بہ لحہ تفصیل روزنامہ جنگ میں یکم دسمبر ۲۰۰۹ء کو شائع ہوچکی ہے تو دوسری طرف عدالتِ عظمیٰ نے بھی این آر او کا مسئلہ ۷ دسمبر کو اپنے ہاں طلب کرلیا ہے اور یہ عندیہ دیا ہے کہ عدلیہ کسی شخصیت سے قانون سے بالاتر اور امتیازی سلوک نہیں کرے گی۔

این آر او میں ۹ ہزار کے قریب ممتاز سیاستدانوں اور بیوروکریٹس کی بدعنوانیوں کو تحفظ فراہم کیا گیا ہے جن میں سے ۷۹۳۷ افراد کا تعلق صوبہ سندھ سے ہے۔ اس بدنام زمانہ صدارتی آرڈیننس کے علاوہ ایک کھرب اور ۶۵ ارب روپے کی دولت بھی اپنے قرضے معاف کراکے قومی خزانے سے ہضم کی جارہی ہے۔ بدعنوان سیاستدان ایک دوسرے کے تحفظ کے لئے سیاسی سمجھوتے اور مخالفانہ بیان بازی کی روک تھام کررہے ہیں۔ ملک میں ان دنوں

www.KitaboSunnat.com

باز پرس اور احتساب کی فضا طاری ہے۔ سیاست اور عدالت کے ایوان تطہیر کے مراحل سے گزر رہے ہیں۔

اسی تناظر میں یہ مسئلہ بھی خصوصیت سے زیر بحث آرہا ہے کہ کیا سربراہِ مملکت قانون سے بالاتر ہے؟ اور عدالت میں حاضری سے مستثنیٰ ہے؟ یا عدالت اسے بھی طلب کرسکتی ہے اور اسے بھی قانون کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے؟ بالخصوص گھمبیر کرپشن میں ملزم صدر زرداری کے سابقہ وکلا اس آئینی تحفظ کا بار بار سہارا لے رہے ہیں کہ صدرِ مملکت قانونی گرفت سے بالاتر ہیں، اس لئے ان کے بارے میں بحث مباحثے اور قانونی باز پرس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

بحث مباحثہ کا یہ سلسلہ اس وقت جاری ہوا جب سپریم کورٹ بار کے سابق صدر بیرسٹر اعتزاز احسن نے جیو ٹی وی کے مقبول پروگرام 'میرے مطابق' میں این آر او کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے ممتاز ٹی وی اینکر ڈاکٹر شاہد مسعود کو بتلایا کہ دنیا کے تمام ممالک کا یہ قانون ہے کہ جب تک کوئی شخص مملکت کا سربراہ ہے، اس وقت تک وہ کسی بھی قانون کی گرفت سے بالاتر ہے اور وہ عدالت میں حاضری سے مستثنیٰ ہے، چونکہ وہ عدالت میں حاضری سے مستثنیٰ ہے، لہٰذا عدالت میں اپنا دفاع نہیں کرسکتا اور اس وجہ سے اس پر مقدمہ نہیں چلایا جاسکتا۔ اِعتزاز احسن صاحب کے اس انکشاف پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے ڈاکٹر شاہد مسعود نے پوچھا: سربراہِ مملکت اگر اپنے بیوی، بچوں کو قتل کردے، بندوق اُٹھا کر لوگوں پر گولیاں برسانا شروع کردے تو کیا تب بھی وہ قانون کی گرفت میں نہیں آئے گا اور اس پر مقدمہ نہیں چلایا جاسکتا؟

بیرسٹر اعتزاز احسن کا جواب اب بھی یہی تھا کہ ہاں! جب تک کوئی شخص سربراہِ مملکت یا صدر کے عہدے پر فائز ہے، اس وقت تک وہ کسی بھی قانون کی گرفت سے بالاتر ہے اور عدالت اسے طلب نہیں کرسکتی، البتہ پارلیمنٹ اس کا مؤاخذہ کرسکتی ہے اور اگر اس مؤاخذے میں وہ اپنا دفاع کرنے میں ناکام ہوکر منصب سے علیحدہ ہوجاتا ہے تو تب عدالت میں اس پر مقدمہ چلایا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر شاہد مسعود کی یہ حیرت بالکل فطری تھی کیونکہ سربراہِ مملکت کو یہ تحفظ اور قانون سے استثنیٰ دینا قانونِ فطرت اور عدل و انصاف کے اُصولوں کے سراسر منافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام جو دین فطرت ہے، اس میں سربراہِ ریاست (خلیفہ) سمیت کسی بھی عہدیدار کو عدالت کی حاضری سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا بلکہ اسلامی معاشرے میں ہر فرد کا محاسبہ کیا جاتا ہے۔

صدر مملکت کے علاوہ سیاسی قائدین اور جمہوری رہنماؤں کے بھی قانون کی گرفت میں آنے کے امکانات پیدا ہورہے ہیں۔ حکومت نے این آر او سے مستفید ہونے والوں کی جو فہرست شائع کی ہے اور قرضے معاف کرانے والوں کی جو فہرست منظر عام پر لائی گئی ہے، اس پر ایک نظر ڈالنے کے ساتھ ہی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارا ملکی قانون اس سلسلے میں کیا رجحان رکھتا ہے اور کیا ہم اس موقعہ پر انصاف کے تقاضے پورے کرسکیں گے۔

اسلام ہمارا دین ہے اور زمین کا یہ خطہ اسلام کے لئے ہی حاصل کیا گیا تھا۔ کتاب وسنت کو دستور میں ایک نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ ہمیں اس موقع پر یہ دیکھنا ہے کہ ہمارا دین ہم سے کیا تقاضا کرتا ہے اور مسلم اُمہ کی تاریخی روایات کس رویہ کی علمبردار رہی ہیں۔ اگر ملکی قانون/آئین میں کوئی سقم بھی ہے تو پاکستان میں کتاب وسنت کے خلاف ہر قانون کو کالعدم قرار دینے کے لئے مستقل شرعی عدالتیں موجود ہیں، جن سے فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے۔

اسلام کی نظر میں تمام انسان مساوی ہیں اور کسی کو کسی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے، سوائے تقویٰ کے۔ اسلام کی نظر میں سربراہِ مملکت اور ایک عام مزدور آدمی دونوں برابر ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَكُمْ إِنَّ اللهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ (الحجرات:۱۳)

''اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔''

تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی عدالتوں نے نہ صرف وقت کے حکمرانوں کو عدالت میں طلب کیا، بلکہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے ان کے خلاف فیصلے بھی صادر فرمائے۔ جن کو اُنہوں نے نہ صرف خندہ پیشانی سے قبول کیا بلکہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی عدالتوں کے ان عدل و انصاف پر مبنی فیصلوں کی توصیف وتعریف بھی فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ ان اسلامی عدالتوں کے عدل و انصاف پر مبنی فیصلوں سے متاثر ہونے والے متعدد لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اسلامی نظامِ عدالت اور اسلامی عدالتوں کے عدل و انصاف پر مبنی شاندار فیصلے تاریخِ حق وصداقت کی پیشانی کا جھومر ہیں۔

قرآن مجید میں جابجا اللہ تعالیٰ نے عدل و انصاف کرنے اور حق کا ساتھ دینے کا حکم دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ، اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾ (المائدۃ:۴۲)

''اور اگر آپ ان لوگوں کے درمیان کوئی فیصلہ کریں تو انصاف کے ساتھ کریں، بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

ایک اور سورت میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾

''اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کے لیے حق پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے ہو، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کرو، یہی بات تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک تم جو عمل کرتے ہو، اللہ اس سے خوب آگاہ ہے۔'' (المائدہ:۸)

سورۃ الشوریٰ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ وَّاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ﴾ (الشوریٰ:۱۵)

''اور کہہ دیجئے! اللہ نے جو کتاب بھی نازل کی ہے، میں اس پر ایمان لایا ہوں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل کروں۔'' مزید برآں

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ﴾ (النحل:۹۰)

''بے شک اللہ تعالیٰ عدل واحسان کا حکم دیتا ہے۔''

مذکورہ آیاتِ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فیصلہ کرتے وقت حکمران، قاضی یا ثالث پر عدل و انصاف کرنا فرض ہے جس میں ذاتی پسند و ناپسند کو دخل نہیں ہونا چاہئے۔ خواہ وہ فیصلہ اپنے

www.KitaboSunnat.com

کسی قریبی، رشتہ دار، دوست وغیرہ کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ نیز فریقین میں سے، جو حق پر ہو، اس کے حق میں فیصلہ کردیا جائے اور کسی قسم کے دباؤ یا مصلحت کو قبول نہ کیا جائے۔ خواہ وہ فیصلہ سربراہِ مملکت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ اسلامی نظامِ عدل میں تمام انسان برابر ہیں۔ سربراہِ مملکت اور ایک عام مزدور میں کوئی فرق نہیں ہے۔

❁ سربراہِ مملکت تو کجا، دنیا میں سب سے عظیم ہستی سید الاولین والآخرین محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے، اور اسلام نے عدل وانصاف کے تقاضوں کی خاطر ان کو بھی شریعت سے بالاتر قرار نہیں دیا اور بذاتِ خود نبی کریم ﷺ نے اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس نظام عدل سے بالاتر نہیں سمجھا بلکہ ایک موقع پر اپنے آپ کو صحابہ کرامؓ کے سامنے پیش کرتے ہوئے فرمایا: اگر کوئی شخص مجھ سے بدلہ لینا چاہتا ہے تو لے لے؟ صحابہ کرام میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا: یارسول اللہ ﷺ! ایک بار آپ نے مجھے چھڑی ماری تھی، میں اس کا بدلہ لینا چاہتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے اسے بدلہ لینے کی اجازت دے دی۔ اس صحابی نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! جب آپ نے چھڑی ماری تھی تو اس وقت میرے جسم پر کپڑا نہیں تھا جبکہ آپ کے جسم پر قمیص ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی قمیص اتاری اور فرمایا کہ اب بدلہ لے لو۔ تب وہ صحابی آپ کے جسم کے ساتھ چمٹ گیا اور بوسے لینے لگا اور کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! میرا تو یہ مقصد تھا۔ (السنن الکبریٰ از امام بیہقی: ۴۸/۸)

❁ نبی کائنات کو اپنی صاحبزادی بہت محبوب تھیں، لیکن آپ نے عدل وانصاف کے قیام میں بطورِ خاص ان کی مثال دے کر یہ بات بیان فرمائی جو تاریخ عدل کا ایک درخشندہ فرمان ہے۔ سیدہ عائشہؓ صدیقہ فرماتی ہیں کہ قبیلہ بنومخزوم کی ایک عورت نے چوری کرلی اور اس کا جرم ثابت ہوگیا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اس عورت کا ہاتھ کاٹ دینے کا حکم جاری کردیا۔ قبیلے والوں نے سوچا کہ اگر اس عورت کا ہاتھ کٹ گیا تو ہماری ناک کٹ جائے گی اور ہم تمام قبائل میں رُسوا ہوجائیں گے۔ چنانچہ اُنہوں نے نبی کریم ﷺ کے محبوب سیدنا اُسامہ بن زید کو سفارشی بنا کر بھیجا کہ اس عورت کا جرم معاف کردیا جائے۔ جب سیدنا اُسامہؓ نے نبی کریم ﷺ سے سفارش کی تو آپؐ نے فرمایا:

www.KitaboSunnat.com

«أتشفع في حد من حدود الله ثم قام فاختطب ثم قال إنما أهلك الذين قبلكم إنهم كانوا إذا سرق فيهم الشريف تركوه وإذا سرق فيهم الضعيف أقاموا عليه الحد وأيم الله لو أن فاطمة بنت محمد ﷺ سرقت لقطعتُ يدها» (صحیح بخاری:۳۴۷۵،مسلم:۱۶۸۸)

''کیا تم اللہ کی حدود میں سفارش کرتے ہو! پھر نبی کریم ﷺ کھڑے ہوگئے اور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں کو اس چیز نے تباہ و برباد کردیا کہ جب ان میں کوئی شریف آدمی چوری کرلیتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی ضعیف (کمزور) آدمی چوری کرتا تو اس پر حد نافذ کردیتے۔ اور اللہ کی قسم اگر فاطمہؓ بنتِ محمد ﷺ بھی چوری کرلیتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ ڈالتا۔''

❁ اسلام کی نامور ہستیاں اور عشرہ مبشرہ بھی اپنے آپ کو قانون سے بالاتر خیال نہیں کرتے تھے، حتی کہ جب انہیں خلافت راشدہ کے مناصب پر فائز کیا گیا، تب بھی ان کا یہ رویہ برقرار رہا اور خلفاے راشدین نے اپنے آپ کو اس نظام عدل سے کبھی بالاتر نہ سمجھا اور اپنی ذات کو قانون وشریعت سے مستثنیٰ نہ رکھا کیونکہ قرآن وسنت میں اس کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔ ایک موقع پر امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطابؓ نمازِ جمعہ کے لیے کپڑے پہن کر جارہے تھے۔ جب سیدنا عباسؓ کے گھر کے پاس سے گزرے تو راستے میں لگے ان کے گھر کے پرنالے سے گرنے والے پرندوں کے خون سے ان کے کپڑے خراب ہوگئے۔ حضرت عمرؓ نے اس پرنالے کو اُکھاڑنے کا حکم دے دیا اور گھر واپس لوٹ گئے اور متبادل کپڑے پہن کر آئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔ سیدنا عباسؓ، امیر المؤمنین سیدنا عمرؓ کے پاس آئے اور کہا: «والله إنه للموضع الَّذي وضعه النبي»

''اللہ کی قسم! یہ پرنالہ نبی کریم ﷺ نے اس جگہ لگایا تھا۔''

سیدنا عمرؓ نے یہ سنتے ہی حضرت عباسؓ کو قسم دیتے ہوئے کہا: تم لازماً میری کمر پر چڑھ کر اس پرنالے کو وہیں نصب کردو جہاں سے اُکھاڑا گیا ہے۔ چنانچہ سیدنا عباسؓ نے ایسا ہی کیا۔ [مسند احمد بن حنبل:۱۷۹۰، قال الارنؤوط:حسن]

◉ ایک موقع پر امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطابؓ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! تم

www.KitaboSunnat.com

اتنے زیادہ حق مہر کیوں مقرر کر رہے ہو، حالانکہ نبی کریم ﷺ اور ان کے صحابہ چار سو درہم یا اس سے کم حق مہر مقرر کیا کرتے تھے۔ اگر زیادہ حق مہر مقرر کرنا عزت وتکریم کا باعث ہوتا تو تم ان سے سبقت نہ لے جاسکتے۔ مجھے نہیں معلوم کہ کس نے چار سو درہم سے زیادہ حق مہر مقرر کیا ہو۔ یہ کہہ کر آپ منبر سے نیچے اُتر آئے۔ ایک قریشی عورت کھڑی ہوگئی اور کہا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ عورتوں کا حق مہر مقرر کرنا چاہتے ہیں تو سیدنا عمرؓ نے فرمایا: ہاں! تو اس عورت نے کہا: کیا آپ نے قرآنِ مجید کی یہ آیت نہیں سنی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا﴾ (النساء:۲۰) ''خواہ تم نے اسے ڈھیر سا مال ہی کیوں نہ دیا ہو، اس میں سے کچھ واپس نہ لینا۔''

یہ سنتے ہی سیدنا عمرؓ نے استغفار کیا اور کہا کہ ہر شخص عمر سے زیادہ فقیہ ہے۔ دوبارہ منبر پر چڑھے اور فرمایا: میں نے تمہیں چار سو درہم سے زیادہ حق مہر دینے سے منع کیا تھا۔ اب جو جتنا چاہے، اپنے مال سے حق مہر دے سکتا ہے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں: «امرأة أصابت ورجل أخطا» ''عورت نے درستگی کو پالیا جبکہ مرد نے خطا کی ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر برسورۃ النساء:۲۰)

◉ معروف واقعہ ہے کہ ایک دفعہ امیر المؤمنین سیدنا عمرؓ اور سیدنا اُبی بن کعبؓ کے درمیان کسی شے پر اختلاف ہوگیا۔ ان دونوں صحابہ کرامؓ نے سیدنا زید بن ثابتؓ کو منصف مقرر کرلیا کہ جو وہ فیصلہ کریں گے وہ ہمیں قبول ہے۔ چنانچہ دونوں صحابہ کرامؓ سیدنا زید بن ثابت کے گھر گئے اور ان کے سامنے اپنا کیس رکھا۔ سیدنا زید بن ثابتؓ نے امیر المؤمنین سیدنا عمرؓ کے احترام میں اُنہیں اپنے ساتھ بستر پر بٹھانا چاہا۔ مگر انہوں نے انکار کردیا اور کہا کہ میں اپنے فریق کے ساتھ ہی بیٹھوں گا۔ چنانچہ دونوں صحابہ کرامؓ (مدعی اور مدعا علیہ) سیدنا زید بن ثابتؓ کے سامنے بیٹھ گئے۔ سیدنا اُبی بن کعبؓ نے اپنا دعویٰ پیش کیا جبکہ سیدنا عمرؓ بن خطاب نے اس دعویٰ کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔ سیدنا زید بن ثابتؓ نے سیدنا اُبی بن کعبؓ سے کہا: آپ امیر المؤمنین سے درگزر فرمائیں اور اپنا دعویٰ واپس لے لیں۔ شرعی ضابطے کے مطابق حضرت زیدؓ کو سیدنا عمرؓ بن خطاب سے قسم لینا چاہیے تھی لیکن

www.KitaboSunnat.com

اُنہوں نے احتراماً اس سے احتراز و تامل کیا تو حضرت عمرؓ نے خود قسم اُٹھائی اور فرمایا: اللہ کی قسم! زیدؓ اس وقت تک منصبِ قضا کے لائق نہیں ہوسکتے جب تک ان کے نزدیک امیر المؤمنین عمرؓ اور ایک عام مسلمان برابر نہ ہو۔ (السنن الکبری از بیہقی: ۱۰/۱۳۶)

❁ خلفاے راشدین جہاں اپنے آپ کو کسی آئین و قانون سے بالاتر نہ سمجھتے تھے، وہیں تمام مسلمانوں کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرتے۔ شرفا اور عام مسلمانوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔ اگر کسی حکومتی عہدیدار کے خلاف کوئی شکایت ملتی تو فوراً اس کی تحقیق کرتے اور ذمہ داران کو سزا دیتے۔ حتیٰ کہ اگر کسی حکومتی عہدیدار پر کوئی تہمت ہی لگ جاتی تو فوراً اسے معزول کردیتے تاکہ عدل کے تقاضوں کو پورا کیا جاسکے اور اس کا عہدہ عدل کی راہ میں رکاوٹ نہ بنے۔

ایک موقع پر امیر المؤمنین سیدنا عمرؓ نے تمام گورنروں کو حج کے موقع پر طلب کیا اور مجمع عام میں کھڑے ہوکر اعلان فرمادیا کہ اگر کسی مسلمان کو ان کے خلاف ظلم کی کوئی شکایت ہو تو وہ پیش کرے۔ مجمع میں سے ایک شخص اُٹھا اور اس نے کہا کہ آپ کے گورنر عمرو بن عاصؓ نے مجھے ناحق سو کوڑے لگوائے ہیں، میں ان سے بدلہ لینا چاہتا ہوں۔ خلیفہ وقت نے کہا کہ اُٹھو اور اپنا بدلہ لے لو۔ عمرو بن عاصؓ نے کہا: اے امیر المؤمنین: آپ گورنروں کے خلاف یہ راستہ نہ کھولیں۔ مگر سیدنا عمرؓ نے فرمایا: میں نے خود نبی کریم ﷺ کو اپنے آپ سے بدلہ لیتے دیکھا ہے۔ اے شخص اُٹھ اور اپنا بدلہ لے۔ آخر کار حضرت عمرو بن عاصؓ کو ہر کوڑے کے بدلے میں دو، دو اشرفیاں دے کر جان بچانا پڑی۔

(کتاب الخراج از امام ابو یوسفؒ)

◉ امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ اہل کوفہ نے امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطابؓ کی عدالت میں کوفہ کے گورنر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ (جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) کی شکایت کی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے سیدنا سعدؓ کو معزول کرکے ان کی جگہ حضرت عمارؓ کو کوفہ کا گورنر مقرر کردیا۔ اہل کوفہ نے حضرت سعدؓ کے خلاف شکایت یہاں تک کی تھی کہ وہ نماز بھی اچھی طرح سے نہیں پڑھاتے۔

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو بلا بھیجا اور پوچھا: اے ابواسحٰق! یہ کوفہ والے شکایت کرتے ہیں کہ آپ اچھی طرح سے نماز نہیں پڑھا سکتے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے جواب دیا: اللہ کی قسم! میں اُنہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھایا کرتا تھا اور اس میں کسی قسم کی کمی نہیں کرتا تھا۔ عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں قراءت لمبی کرتا ہوں اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اے ابواسحٰقؓ! آپ کے بارے میں میرا یہی گمان ہے۔

پھر حضرت عمرؓ نے سعد بن ابی وقاصؓ کے ساتھ ایک آدمی کوفہ روانہ کیا۔ اُنہوں نے ساری مسجدوں میں گھوم کر اہل کوفہ سے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے متعلق پوچھا اور سب نے ان کے متعلق تعریفی کلمات کہے۔ لیکن بنوعبس کی مسجد میں ابوسعد، اسامہ بن قتیبہ نامی شخص نے کہا: جب آپ ہمیں قسم دیتے ہیں تو ہماری شکایت ہے کہ سعد جنگ میں نہیں جاتے تھے، مالِ غنیمت برابر تقسیم نہیں کرتے تھے اور انصاف کے ساتھ فیصلہ نہیں کرتے تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اس کی بات سن کر کہا: اللہ کی قسم! تم نے تین جھوٹی شکایتیں کی ہیں، میں بھی تجھے تین دعائیں دیتا ہوں:

اللهم إن كان عبدك هٰذا كاذبًا قام رياء وسمعة فأطل عمره وأطل فقره وعرضه للفتن

''اے اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اور اس نے ریاکاری اور شہرت کے لیے میری شکایت کی ہے تو اس کی عمر لمبی کر، اس کو فقر میں مبتلا کر اور اسے فتنوں میں مبتلا کر دے۔''

(اس آدمی کو حضرت سعد کی بددعا لگ گئی) جب اس سے پوچھا جاتا تو وہ کہتا: بوڑھا آدمی ہوں، آزمائش میں ڈالا گیا ہوں۔ سعد کی بددعا مجھے لگ گئی ہے۔ عبدالملک (ایک راوی) کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں نے اس آدمی کو دیکھا۔ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی آنکھوں کی پلکیں گر چکی تھیں اور وہ راستوں میں لڑکیوں کو آنکھیں مارتا تھا۔ [صحیح بخاری:۷۵۵]

مذکورہ واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کوفہ کے گورنر سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ بالکل بے قصور تھے اور ان پر لگائی تہمت جھوٹی تھی۔ لیکن اس کے باوجود سیدنا عمرؓ نے عدل کے تقاضوں کو پورا

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہوئے اُنہیں معزول کر دیا اور حضرت سعد کے بارے میں اچھا گمان رکھنے کے باوجود اس تہمت کی تحقیق کروائی۔

☆ ایسا ہی ایک اور واقعہ عہد عمرؓ میں پیش آیا، سیدنا عمرؓ مسجدِ نبویؐ میں تشریف فرما تھے، ان کے پاس سے ایک آدمی گزرا جو کہہ رہا تھا۔ ویل لك یا عمر من النار ''اے عمر! تمہارے لیے جہنم کا 'ویل' ہے۔'' سیدنا عمرؓ نے حاضرین میں سے کچھ لوگوں کو کہا کہ اس آدمی کو میرے پاس لاؤ۔ جب اس آدمی کو لایا گیا تو سیدنا عمرؓ نے پوچھا۔ تم نے یہ بات کیوں کہی ہے، وہ کہنے لگا۔ آپ حکام مقرر کرتے وقت اس سے شرائط قبول تو کرواتے ہیں مگر ان کا محاسبہ نہیں کرتے کہ اُنہوں نے شرائط پوری کی ہیں یا نہیں۔ امیر المؤمنین نے پوچھا بات کیا ہے۔ اس نے بتایا: آپ کے مصری گورنر نے ان شرائط کو فراموش کر دیا ہے اور آپ کے منع کردہ اُمور کا ارتکاب کیا ہے۔ سیدنا عمر فاروقؓ نے شکایات سننے کے فوراً بعد دو انصاری صحابہ کو مصر روانہ کیا کہ وہاں جا کر تفتیش کرو۔ اگر اس آدمی کی بات درست نکلے تو اسی وقت اسے گرفتار کر کے میری خدمت میں پہنچو۔ چنانچہ اُنہوں نے مصر کے گورنر کو گرفتار کر لیا اور امیر المؤمنین سیدنا عمرؓ کی خدمت میں لے آئے۔ حضرت عمرؓ نے اسے پہچاننے سے انکار کر دیا کیونکہ مصر کا حاکم بن کر جانے سے قبل وہ گندمی رنگ کا تھا مگر جب مصر کی سرسبزی و شادابی اسے راس آئی تو وہ گورا چٹا اور بھاری بھرکم انسان بن چکا تھا۔ امیر المؤمنین نے فرمایا: تیرا ستیاناس ہو۔ جس بات سے تجھے منع کیا گیا اس کو تو نے گلے لگا لیا مگر جس بات کا حکم دیا گیا تھا اس کو فراموش کر بیٹھا۔ اللہ کی قسم! میں تجھے ضرور عبرتناک سزا دوں گا۔

پھر امیر المؤمنین نے اون کا ایک پھٹا ہوا لباس، ایک لاٹھی اور صدقے میں آئی ہوئی تین سو بکریاں منگوا کر اس 'حاکم مصر' سے فرمایا۔ یہ لباس پہنو، میں نے تمہارے باپ کو اس سے بھی ردّی لباس پہنے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ لاٹھی اُٹھاؤ جو تمہارے باپ کی لاٹھی سے بہتر ہے اور فلاں چراگاہ میں جا کر ان بکریوں کو چراؤ۔

وہ آدمی فوراً زمین پر گر گیا اور کہنے لگا۔ اے امیر المؤمنین! یہ کام مجھ سے نہیں

www.KitaboSunnat.com

ہوسکتا، چاہے آپ میری گردن اُڑا دیں۔ امیرالمؤمنین نے فرمایا: فإن رددتك فأي رجل تكون؟ ''اگر میں تمہیں گذشتہ منصب پر بحال کردوں تو پھر تم کس طرح کے آدمی ہوگے؟ اس نے کہا: واللہ! لا يبلغك بعدها إلا ما تحب

''اللہ کی قسم! اب اس کے بعد آپ کو وہی رپورٹ ملے گی جو آپ پسند کریں گے۔''

چنانچہ اس کے بعد وہ آدمی مصر کا ایک مثالی گورنر بن گیا اور اپنی ذمہ داریاں خوف وتقویٰ اور اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ انجام دینے لگا۔

[قصص العرب:۳/۱۶، ابن ابی الحدید:۳/۹۸ بحوالہ 'سنہرے فیصلے' از عبدالمالک مجاہد:۱۸]

◉ اسلامی عدالتوں کا عدل و انصاف پر مبنی ایسا ہی ایک واقعہ سیدنا علیؓ کے عہد میں پیش آیا۔ جس میں سربراہِ حکومت سیدنا علیؓ بطورِ ایک فریق عدالت میں حاضر ہوئے اور گواہ پیش نہ کرنے کی صورت میں ان کے خلاف فیصلہ صادر کردیا گیا جس کو اُنہوں نے برضا وخوشی قبول کرلیا۔

ہوا یوں کہ ایک دن امیرالمؤمنین سیدنا علیؓ کی زرہ گم ہوگئی۔ آپ نے وہ زرہ ایک یہودی کے پاس دیکھی اور اس یہودی کو کہا کہ یہ میری زرہ ہے، فلاں دن گم ہوگئی تھی جبکہ یہودی نے مسلمانوں کے خلیفہ امیرالمؤمنین سیدنا علیؓ کا دعویٰ درست ماننے سے انکار کردیا اور کہا کہ اس کا فیصلہ عدالت ہی کرے گی۔ چنانچہ سیدنا علیؓ اور وہ یہودی دونوں فیصلے کے لیے قاضی شریحؒ کی عدالت میں پہنچے۔ سیدنا علیؓ نے اپنا دعویٰ پیش کیا کہ یہودی کے پاس زرہ، میری ہے جو فلاں دن گم ہوگئی تھی۔

قاضی نے یہودی سے پوچھا: آپ نے کچھ کہنا ہے۔

یہودی نے کہا: میری زرہ میرے قبضے میں ہے اور میری ملکیت ہے۔

قاضی شریح نے زرہ دیکھی اور یوں گویا ہوئے۔ اللہ کی قسم! اے امیرالمؤمنین! آپ کا دعویٰ بالکل سچ ہے۔ یہ زرہ آپ ہی کی ہے لیکن قانون کے تقاضوں کو پورا کرنا آپ پر واجب ہے۔ قانون کے مطابق آپ گواہ پیش کریں۔ سیدنا علیؓ نے بطورِ گواہ اپنے غلام قنبر کو پیش کیا۔ پھر آپ نے اپنے دو بیٹوں حضرت حسنؓ اور حسینؓ کو عدالت میں پیش

www.KitaboSunnat.com

کیا۔ اُنہوں نے بھی آپ کے حق میں گواہی دی۔ قاضی شریح نے کہا: میں آپ کے غلام کی گواہی تو قبول کرتا ہوں مگر ایک گواہ مزید درکار ہے، کیونکہ آپ کے حق میں آپ کے بیٹوں کی گواہی ناقابل قبول ہے۔

حضرت علیؓ نے کہا: میں نے عمر بن خطابؓ کو رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے: «إن الحسن والحسين سيدا شباب أهل الجنة»

''حسنؓ و حسینؓ نوجوانانِ اہل جنت کے سردار ہیں۔''

قاضی شریح نے کہا: اللہ کی قسم! یہ بالکل حق ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: تو پھر آپ ان کی گواہی قبول کیوں نہیں کرتے؟

قاضی شریح نے کہا: یہ دونوں آپ کے بیٹے ہیں اور باپ کے حق میں بیٹے کی گواہی قبول نہیں۔ یہ کہہ کر قاضی شریح نے امیر المؤمنین سیدنا علیؓ کے خلاف یہودی کے حق میں فیصلہ سنا دیا اور زرہ یہودی کے حوالے کر دی۔

یہودی نے تعجب سے کہا: مسلمانوں کا حکمران مجھے اپنے قاضی کی عدالت میں لایا اور قاضی نے اس کے خلاف میرے حق میں فیصلہ صادر فرمایا دیا، اور امیر المؤمنین نے اس کا فیصلہ بلا چوں و چرا قبول بھی کر لیا۔ واللہ یہ تو پیغمبرانہ عدل ہے۔ پھر یہودی نے امیر المؤمنین سیدنا علیؓ کی طرف نگاہ اٹھائی اور کہنے لگا۔ امیر المؤمنین! آپ کا دعویٰ بالکل سچ ہے۔ یہ زرہ یقیناً آپ ہی کی ہے۔ فلاں دن یہ آپ کے اونٹ سے گر گئی تھی تو میں نے اسے اٹھا لیا۔ چنانچہ وہ یہودی اس عادلانہ فیصلے سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا۔

(حلية الأولياء از ابن الجوزی، کنز العمال: رقم ۱۷۷۹۰)

❁ حکمرانوں اور رعایا کے درمیان نظامِ عدل اور قانونی مساوات کا یہ سلسلہ خلافتِ راشدہ کے بعد دورِ ملوکیت تک پوری آن بان کے ساتھ جاری رہا۔ حکمران عدالتوں میں پیش ہوتے رہے اور قانون کا سامنا کرتے رہے۔

☆ عتیبی کہتے ہیں کہ میں اُموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے قاضی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں قاضی کی عدالت میں دو آدمی حاضر ہوئے۔ ایک ابراہیم بن محمد تھا اور دوسرا

www.KitaboSunnat.com

خلیفہ ہشام کا درباری سپاہی۔ دونوں عدالت میں پہنچ کر قاضی کے سامنے بیٹھ گئے۔ درباری سپاہی بولا: قاضی صاحب! امیر المؤمنین اور ابراہیم کے درمیان ایک تنازعہ ہے۔ امیر المؤمنین نے مجھے اپنی نیابت کے لیے بھیجا ہے۔ قاضی نے کہا: تمہاری نیابت پر دو گواہ مطلوب ہیں۔ درباری سپاہی بولا: کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میں امیر المؤمنین کی طرف سے کچھ جھوٹ بولوں گا، حالانکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی دور کا فاصلہ نہیں ہے۔ میں ان کا قریبی سپاہی ہوں۔ قاضی نے کہا: شہادت کے بغیر نہ تمہارے حق میں مقدمہ ہوسکتا ہے اور نہ تمہارے خلاف۔

قاضی کا دوٹوک کلام سن کر درباری سپاہی عدالت سے نکل گیا اور خلیفہ کی خدمت میں پہنچ کر پوری داستان کہہ سنائی۔ خلیفہ اُٹھ کھڑا ہوا اور تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ عدالت کے باہر موجود تھا۔ عدالت کا دروازہ کھلتے ہی درباری سپاہی آگے بڑھا اور بولا: قاضی صاحب! یہ دیکھیں امیر المؤمنین حاضر ہیں۔ خلیفہ ہشام کو دیکھتے ہی قاضی صاحب استقبال کے لیے کھڑے ہوگئے مگر خلیفہ نے انہیں بیٹھنے کا حکم دیا۔ پھر قاضی نے ایک مصلیٰ بچھایا، اس پر خلیفہ اور اس کا مقابل ابراہیم بن محمد بیٹھ گئے۔

عتیبی بیان کرتے ہیں کہ ہم حاضرین اس قضیے سے متعلق ہونے والی گفتگو صاف صاف نہیں سن رہے تھے۔ البتہ کچھ باتیں ہمیں سمجھ آ رہی تھیں۔ فریقین نے اپنے اپنے دلائل پیش کئے۔ قاضی نے مفصل گفتگو سننے کے بعد خلیفہ ہشام کے خلاف فیصلہ دے دیا۔

[قصص العرب: ۳/۴۷، القصد الفرید: ۴/۴۴۷]

◉ فضل بن ربیع، امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد قاضی ابو یوسفؒ کے پاس خلیفہ ہارون الرشید کی طرف سے بحیثیتِ گواہ حاضر ہوا لیکن قاضی نے اس کی گواہی مسترد کردی۔ خلیفہ ہارون الرشید نے پوچھا: فضل کی گواہی کو آپ نے کیوں ردّ کردیا ہے؟ قاضی ابو یوسف نے کہا: میں نے اسے ایک دن آپ کی مجلس میں یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ وہ آپ کا غلام ہے۔ چنانچہ اگر وہ اپنے قول میں صادق ہے تو اس کی شہادت ناقابل قبول ہے، کیونکہ بقول خود وہ غلام ہے اور اگر وہ اپنے قول میں جھوٹا ہے تو اس صورت میں بھی اس کی گواہی ناقابل

www.KitaboSunnat.com

قبول ہے۔ کیونکہ جب وہ آپ کی مجلس میں جھوٹ بولنے کی پرواہ نہیں کرتا، تو بدرجہ اولیٰ وہ مجلس قضا میں بھی جھوٹ کی پرواہ نہیں کرے گا۔

خلیفہ نے جب قاضی ابو یوسف کا یہ مدلل کلام سنا تو اُنہیں معذور جانا اور اس فیصلے پر ان کی تائید کی۔ [تاریخ بغداد: ۱۲/۳۴۳، ۳۴۴]

◉ ایک موقعہ پر اہل سمرقند نے اسلامی لشکر کے سپہ سالار قتیبہ بن مسلم کے خلاف اسلامی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ قاضی نے مسجد کے ایک کونے میں اپنی نشست سنبھالی اور کارروائی کا آغاز کر دیا۔ قاضی کا غلام اس کے سر پر کھڑا ہے۔ بغیر کسی لقب کے امیر لشکر کا نام لے کر بلایا جا رہا ہے کہ وہ حاضر ہو۔ امیر لشکر فاتح سمرقند قتیبہ بن مسلم حاضر ہوا۔ عدالت نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پھر اہل سمرقند کے سردار کاہن کو بلوایا اور فریق اول کے ساتھ بٹھا دیا۔ عدالت کی کارروائی شروع ہوتی ہے۔

قاضی اپنی نہایت پست آواز میں کاہن سے مخاطب ہے: بتاؤ تم کیا کہتے ہو؟

اس نے کہا: آپ کا کمانڈر قتیبہ بن مسلم ہمارے ملک میں دھوکے سے داخل ہوا ہے۔ اعلانِ جنگ نہیں کیا اور نہ ہی ہمیں اسلام کی دعوت دی ہے۔ قاضی نے امیر کی طرف دیکھا اور پوچھا: تم کیا کہتے ہو؟

امیر لشکر نے قاضی سے کہا: لڑائی تو دھوکہ ہوتی ہے۔ یہ ملک بہت بڑا ملک ہے اس کے باشندوں کو اللہ تعالیٰ نے ہماری وجہ سے شرک و کفر سے محفوظ فرمایا ہے اور اسے مسلمانوں کی وراثت اور ملکیت میں دے دیا ہے۔

قاضی نے پوچھا: کیا تم نے حملے سے پہلے اہل سمرقند کو اسلام کی دعوت دی تھی یا جزیہ دینے پر آمادہ کیا تھا یا دونوں صورتوں میں انکار پر لڑائی کی دعوت دی تھی۔

سپہ سالار نے کہا: نہیں ایسا تو نہیں ہوا۔ قاضی نے کہا: تو گویا آپ نے اپنے قصور کا اعتراف کر لیا۔ اب آگے قاضی صاحب کے الفاظ پر غور کریں، فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کی مدد اس لیے کی ہے کہ اس نے دین کی اتباع کی اور دھوکہ دہی سے اجتناب کیا۔ اللہ کی قسم! ہم اپنے گھروں سے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے نکلے ہیں۔ ہمارا

www.KitaboSunnat.com

مقصود زمین پر قبضہ جمانا نہیں اور نہ حق کے بغیر وہاں حکومت کرنا مقصود ہے۔ میں حکم دیتا ہوں کہ مسلمان اس شہر سے نکل جائیں اور شہر اس کے اصل باشندوں کے حوالے کردیں۔ ان کو دعوتِ دین دیں، جنگ کا چیلنج کریں اور ان سے لڑائی کا اعلان کریں۔''

اہل سمرقند نے اس فیصلے کو سنا۔ اُن کے کانوں اور آنکھوں نے جو سنا اور دیکھا، اس پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں قاضی کے فیصلے پر عمل درآمد شروع ہو چکا تھا اور فوجیں واپس جارہی تھیں۔ وہ اَفواج جن کے سامنے مدینہ سے لے کر سمرقند تک کوئی چیز رکاوٹ نہ بن سکی۔ جنہوں نے قیصر و کسریٰ اور خاقان کی قوتوں کو پاش پاش کر کے رکھا دیا۔ جو رکاوٹ بھی راستے میں آئی، اسے خس و خاشاک کی طرح بہا لے گئے۔ مگر آج اسلامی فوج ایک کمزور، نحیف ونزار جسم کے مالک قاضی کے فیصلے کے سامنے دست بردار ہوگئی۔ آج صبح کی بات ہے کہ ایک شخص جس کے ساتھ صرف ایک غلام ہے۔ اس نے مقدمے کی سماعت کی، چند منٹوں کی سماعت، عدالت میں دوطرفہ بیانات سنے، سپہ سالار کا اقرار اور دو تین فقروں پر مشتمل فیصلہ۔

اس عادلانہ فیصلے کو دیکھ کر اہل سمرقند نے اسلامی فوج کے راستے روک لئے، گھوڑوں کی باگیں پکڑ لیں کہ ہمارے اس ملک سے واپس مت جائیں۔ ہمیں اسلامی عدل و انصاف کی ضرورت ہے۔ پھر چشم فلک نے وہ منظر بھی دیکھا کہ سمرقند کی گلیاں اور چوک اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اُٹھے۔ لوگ جوق در جوق مسلمان ہونے لگے اور اس طرح سمرقند کی زمین اسلام کی دولت میں داخل ہوگئی۔ (قصص من التاریخ از شیخ علی طنطاوی)

❁ عہدِ اسلام کے اس زرّیں دور میں بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ سربراہِ مملکت اور حکمران عدالت میں بطورِ گواہ حاضر ہوتا ہے مگر اس کی گواہی کو مسترد کردیا جاتا ہے۔ اسی دور کی ایک عدالت کا نقشہ کچھ یوں ہے:

قسطنطنیہ مسلمانوں کی سلطنتِ عثمانیہ کا دارالحکومت، آج کل استنبول کہلاتا ہے، جہاں عدالت لگی ہوئی ہے۔ قاضی شمس الدین محمد حمزہ کرسیٔ عدالت پر براجمان ہیں۔ مقدمہ پیش ہوا۔ قاضی نے گواہان کی فہرست دیکھی۔ اس کے اندر حاکم وقت سلطان

www.KitaboSunnat.com

بایزید کا نام بھی شامل ہے۔ سامنے دیکھا تو وہ گواہوں کے کٹہرے میں کھڑا ہے۔

اچانک قاضی نے فیصلہ سنا دیا: سلطان بایزید کی گواہی کو مسترد کیا جاتا ہے کیونکہ گواہ قابل اعتبار نہیں ہے۔ عدالت میں سناٹا چھا گیا۔ حاکم وقت کی گواہی نا قابل قبول، لوگ حیران وششدر رہ گئے۔

سلطان بایزید نے آگے بڑھ کر قاضی کو مخاطب کیا:

کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ مجھے گواہی کے قابل کیوں نہیں سمجھا گیا ہے؟

قاضی نے حاکم کی حیثیت اور ہیبت کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا ''گواہ باجماعت نماز ادا نہیں کرتا، اس لیے اس کی گواہی نا قابل قبول ہے۔''

قاضی نے حاکم وقت کی گواہی کو مسترد کرتے ہوئے اسلام کے عدالتی نظام کو وقار اور مزید جلا بخشی اور ثابت کر دیا کہ کرسئ عدالت پر بیٹھ کر چھوٹے اور بڑے میں تمیز نہیں کی جاتی۔

حاکم نے فیصلہ سنا اور اس کے سامنے گردن جھکا دی۔ اپنی کمزوری کا اعتراف کیا اور حکم دیا کہ فی الفور میرے محل کے سامنے ایک خوبصورت سی مسجد بنائی جائے۔ اس مسجد کی اگلی صف میں اپنے لیے جگہ مخصوص کی اور اس کے بعد نمازِ باجماعت سے غفلت کا کبھی مرتکب نہیں ہوا۔ (انسائیکلو پیڈیا تاریخ عالم: ۱/۶۱، ۶۲)

تاریخ اسلامی ایسے روشن اور عدل و مساوات پر مبنی فیصلوں سے بھری پڑی ہے۔ جہاں حکمران، وزراء، گورنر اور عسکری کمانڈر عدالت میں پیش ہوتے اور قانون وشریعت کا سامنا کرتے اور ان فیصلوں کے سامنے اپنا سر جھکا لیتے تھے۔ یہ اسلام کا ہی امتیاز ہے کہ اس میں قانونی طور پر تمام انسان برابر ہیں۔ سربراہِ حکومت اور ایک عام مسلمان کے حقوق میں کوئی فرق نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ کے فرامین، صحابہ کرام کے ارشادات اور تاریخ اسلامی کے اس سرسری مطالعے سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ اسلام میں اصل حیثیت اللہ کی شریعت کو حاصل ہے۔ شریعتِ اسلامیہ کی یہ حاکمیت حکمران وعہدیدار سے بڑھ کر رسول ﷺ اور ان کی آل اولاد تک کو شامل ہے۔ اس میں کوئی استثنا نہیں، کیوں کہ اللہ کی نظر میں سب انسان اس کی

www.KitaboSunnat.com

مخلوق ہیں اور برابر ہیں۔ مسلمانوں نے اپنے کردار وعمل سے ہر مرحلہ پر اس کا ثبوت پیش کیا ہے۔ آج کا دورِ زوال اس لئے امہ پر طاری ہوا ہے کہ ہم نے اسلام کے زرّیں اُصول طاقِ نسیاں کردیے اور اسلام پر عمل کرنا ترک کردیا ہے۔

جب کہ انسانوں کا بنایا ہوا نظامِ سیاست جمہوریت، جس کا آج خوب ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے، اس میں یہ حاکمیت اللہ کی بجائے عوام کے نمائندوں کو حاصل ہے، اسی لئے وہ قانون سے بالا تر ہیں۔ اسلام اس تصور کو تسلیم نہیں کرتا، یاد رہے کہ اسلامی تاریخ میں حکمرانوں سے باز پرس کی جو مثالیں ملتی ہیں، بعض لوگ نظام خلافت کے علم بردار خلفا کے اس عظیم الشان طرزِ عمل کو جمہوری رویہ قرار دیتے ہوئے عجب خلطِ مبحث کرتے ہیں۔ جبکہ خلفا کی یہ گرفت عوام کے جمہوری/عوامی استحقاق کی بجائے دراصل ان کے خلافِ شریعت عمل کرنے کی کوتاہی کا وبال ہے، جس خلافِ شرع عمل کی نشاندہی کوئی فرد بھی کرسکتا ہے، اگر کوئی نہ بھی کرے تب وہ شخص اللہ کے ہاں مجرم اور سزا وار ہوگا۔ اسلام میں اللہ کی شریعت اور قانون سب سے بالا تر ہیں جس کا اطلاق مسلم قاضی حضرات مسلم خلفا سمیت ہر فرد پر یکساں طور پر کرتے رہے ہیں۔

ہمارے آئین کے اندر موجود سربراہِ مملکت کو حاصل یہ تحفظ اور استثنیٰ عدل و انصاف کے سراسر منافی ہے اور قوانین واحکامِ الٰہیہ کا سراسر مذاق ہے۔ مسلمان کے لئے ملکی آئین سے بڑھ کر اللہ کی شریعت یعنی کتاب وسنت ہے، مرتے دم تک جس کی غیر مشروط اطاعت کا اس نے اقرار کیا ہے تو وہ مسلمان ٹھہرا ہے۔

اہل حل وعقد اور اربابِ اقتدار کو عدل و انصاف کے منافی اس قانون کے بارے میں سنجیدگی سے غور وفکر کرنا چاہئے اور اسے تبدیل کیا جانا چاہئے۔ جیسا کہ ہمارا دعویٰ ہے ہم ایک اسلامی مملکت کے باشندے اور ہمارا آئین اسلامی ہے۔ اگر واقعی ایسا ہے تو ہمیں اس عدل و انصاف کے منافی، امتیازی قانون کو جلد از جلد ختم کردینا چاہئے تاکہ ہم اپنے دعویٰ میں سچے ثابت ہوں۔ مملکت میں عدل وانصاف کا بول بالا ہو اور ملک امن وسلامتی کا گہوارہ بن سکے۔

مشہور مقولہ ہے کہ فسق و فجور سے تو حکومت قائم رہ سکتی ہے مگر ظلم سے نہیں!!

(حافظ محمد مصطفیٰ راسخ)

www.KitaboSunnat.com

قرآن وعلومِ قرآن

ڈاکٹر محمود الحسن عارف☆

آیاتِ قرآن کی ترتیب توقیفی ہے!

اللہ تعالیٰ کا یہ قاعدہ اور دستور ہے کہ وہ قوموں کو خوابِ غفلت سے جگانے اور خلافت سے متعلق اپنے فرائض و واجبات انجام دینے سے متعلق ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کرنے کے لیے اُنہیں طرح طرح کی زمینی اور آسمانی آزمائشوں سے دوچار کرتا ہے تاکہ اس کے بندے خوابِ غفلت سے جاگیں اور اپنی حقیقت اور اصلیت کو جان سکیں۔

اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ بعض اوقات دوسری قوموں اور دوسری حکومتوں کو بھی اپنے بندوں پر مسلط کردیتا ہے جو ان کا مار مار کر بُرا حال کردیتی ہیں اور اُنہیں خوابِ غفلت سے جگانے کے لیے سخت ترین آزمائشوں سے گزارتی ہیں۔

قرآنِ کریم نے اپنے اسی قاعدے کا سورۂ بنی اسرائیل میں ذکر کیا ہے۔ جہاں بنی اسرائیل پر، جو اسلام سے پہلے اللہ تعالیٰ کی محبوب قوم تھی اور جسے اس نے سارے جہانوں پر فضیلت اور فوقیت عطا فرمائی تھی۔ ① دو مرتبہ دوسری قوموں کو مسلط کرنے کا ذکر کیا ہے۔ ②

چنانچہ مفسرین کے مطابق پہلی مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ان پر 'بخت نصر' کو مسلط کیا اور دوسری بار طیطس رومی کو ان پر حکومت اور حاکمیت عطا فرما دی۔ ③

اِن دونوں حکمرانوں نے ان کا قتل عام بھی کیا اور اُنہیں ہزاروں کی تعداد میں قید و بند سے بھی گزارا اور ان کی بستیوں اور ان کے شہروں کو بھی تباہ و برباد کیا۔

مسلمانوں کے ساتھ بھی گذشتہ چند صدیوں سے ایسا ہی معاملہ کیا جارہا ہے۔ ایک وقت ایسا تھا کہ مشرق سے لے کر مغرب تک دنیا کے اکثر ممالک یا تو مسلمانوں کے ماتحت، یا ان

☆ صدر شعبہ اُردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

① البقرہ:۴۷/۲ ② بنی اسرائیل:۴/۱۷ تا ۷

③ التحریر والتنویر لابن عاشور، سورہ الحشر کی آیت نمبر۲ کی تفسیر میں

www.KitaboSunnat.com

کے باج گزار تھے یا ان سے ڈرتے اور دَبتے تھے، مگر پھر وقت بدلا اور تمام اسلامی ملکوں پر مغربی ملکوں کی حکومت اور حاکمیت قائم ہوگئی۔ اور 'ترکی' ودیگر چند ممالک کے سوا کوئی ملک ایسا نہ تھا جس نے ان ظالم و جابر غیر ملکی حکمرانوں کی محکومی کا مزہ نہ چکھا ہو۔ اب پھر صورت حال بدل چکی ہے اور بظاہر اسلامی ممالک غیر ملکی تسلط سے آزاد ہوچکے ہیں، لیکن ان پر عملاً ابھی تک انہی کا راج اور انہی کی حکمرانی ہے اور وہ ان پر قبضہ کئے بغیر محض اپنی عیاری اور مکاری کے بل بوتے پر اُنہیں اپنی لاٹھی سے ہانک رہے ہیں، لیکن افسوس اور دُکھ کی بات یہ ہے کہ حالات کی دگرگونی کے باوجود مسلمان خوابِ غفلت سے جاگنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

② علمی ایوانوں کی حاکمیت

اس کے ساتھ ساتھ نہایت تکلیف دہ اور نہایت اذیت ناک پہلو یہ ہے کہ 'علمی ایوانوں' پر بھی مغربی اہل علم کی حکومت اور حاکمیت کا سلسلہ چل رہا ہے اور مسلمان محض ان کی طرف سے پیش کی جانے والی تحقیقات اور ان کی طرف سے آنے والے نظریات کی جگالی ہی کو بڑے فخر اور مسرت کی بات سمجھ رہے ہیں۔ پھر جس طرح ایک سچے مسلمان کے لیے ان کی سیاسی بالادستی انتہائی اَذیت کا باعث ہے، اسی طرح ان کی علمی برتری اور بالادستی بھی اہل علم وفضل کے لیے نہایت تکلیف اور اذیت کا سبب ہے۔

مغربی اہل دانش نے جب 'کاغذ اور قلم' کے ایوانوں پر اپنی سیادت کا جھنڈا لہرایا اور علم اور سائنس کے شعبوں پر اپنی بالادستی قائم کی، تو اُنہوں نے سیاسی حکومتوں کو مدد پہنچانے اور مسلمانوں کو سیاسی میدان میں دبانے کے بعد علمی اور فکری میدان میں بھی انہیں نیچا دکھانے کے لیے چند ایسے عنوانات منتخب کئے، جن پر مختلف اَدوار میں آنے والے لوگ پہلوں ہی کی جگالی کرتے اور مسلمانوں کو علمی اور فکری پہلو سے تکلیف اور اذیت پہنچانے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔

ایسے شعبوں یا میدانوں میں، جنہیں اُنہوں نے مسلمانوں کے خلاف منتخب کیا، نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے بعد 'قرآنِ کریم' کے مسائل و موضوعات سرفہرست ہیں۔ لیکن چونکہ قرآن کریم اپنے ہر پہلو سے نبی اکرم ﷺ کا ایک کامل و مکمل معجزہ ہے اور یہ اپنی تدوین سے لے کر اپنی تلاوت اور اپنی قراءت تک، ہر موضوع میں ایک ایسے محفوظ و مصئون قلعے کی

طرح ہے، جس میں نہ تو نقب لگائی جاسکتی ہے اور نہ ہی اس کی دیوار کو عبور کیا جاسکتا ہے۔اسی لیے اُنہوں نے قرآنِ کریم کے متعلق ایسے موضوعات کا انتخاب کیا، جو بظاہر مسلمانوں کے نزدیک اہم نہیں ہیں، لیکن یہ لوگ انہی موضوعات اور انہی مسائل پر گفتگو اور بحث وتحقیق کے ذریعے کمزور عقیدہ اور کمزور ایمان رکھنے والے مسلمانوں کے دلوں میں قرآنِ کریم کے متعلق شکوک وشبہات کی تخم ریزی کررہے ہیں۔ وہ ایک چھوٹی سی بات کو پہاڑ بنا کر دکھاتے ہیں اور جو بات اُنہیں سمجھ میں نہ آئے، اس کو بہت بڑا اعتراض بنا کر پیش کرتے ہیں۔

اس سلسلے میں مستشرقین کی طرف سے قرآنِ کریم کے حوالے سے جو پہلو سب سے زیادہ اُچھالا گیا اور جس پر ان کے بڑے بڑے محققین نے شیطان کی طرح اپنی پوری پوری زندگیاں لگا دیں، ان میں قرآنِ کریم کی ترتیب نزولی کا مسئلہ سب سے نمایاں ہے۔

③ قرآن کریم کی ترتیبِ نزول اور تلاوت کا مسئلہ

اس سے قبل کہ ہم مستشرقین کے اس حوالے سے اعتراضات اور اشکالات کا جائزہ لیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی 'ترتیبِ تلاوت' کے مسئلے کا جائزہ لے لیا جائے کہ اسلام میں اس کی کیا اہمیت ہے۔

اس بات پر تمام علما اور محققین کا اتفاق ہے کہ قرآن کریم کی موجودہ ترتیب 'توقیفی' یعنی 'من جانب اللہ' ہے اور آنحضور ﷺ کو یہ ترتیب جبریل علیہ السلام نے اور جبریل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سکھلائی اور نبی اکرم ﷺ اسی ترتیب کے مطابق قرآنِ کریم کی کتابت کراتے اور تلاوت فرماتے تھے اور اسی ترتیب کے مطابق جبریل علیہ السلام سے ہر سال رمضان المبارک میں قرآنِ کریم کا دور فرماتے تھے۔[④]

علاوہ ازیں صحیح روایات سے ثابت ہے کہ قرآنِ کریم کی اوّلین تدوین خود نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ مبارک میں ہوئی، چنانچہ امام سیوطی نے معروف محدث الحاکم سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

''قرآنِ کریم کی جمع وتدوین تین مرتبہ ہوئی:

④ صحیح بخاری:٦

www.KitaboSunnat.com

① خود نبی اکرم ﷺ کے سامنے اور آپ ﷺ کے حکم سے ہوئی۔ پھر اُنہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے شیخین کی شرط پر یہ حدیث تخریج کی ہے کہ سیدنا زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں: ''ہم لوگ قرآن کریم کو تختیوں (الرقاع) وغیرہ سے اکٹھا کیا کرتے تھے۔'' امام بیہقی کہتے ہیں کہ یہاں شاید جمع و تدوین سے مراد مختلف آیات کی سورتوں کے اندر جمع و تدوین ہے۔ جو نبی اکرم ﷺ کے حکم سے اور نبی اکرمؐ کی حیاتِ طیبہ میں مکمل ہوگئی تھی۔'' ⑤

② حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں دوسری جمع و تدوین ہوئی، جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت زید بن ثابت سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے اہل یمامہ کے قتل کے موقع پر مجھے بلا بھیجا۔ میں نے دیکھا کہ وہاں حضرت عمرؓ بھی موجود ہیں، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا:

''جنگِ یمامہ میں بہت سے قرائے قرآن شہید ہوگئے ہیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ اگر دوسری جنگوں میں بھی قرائے کرام اسی طرح شہید ہوتے رہے تو کہیں قرآنِ کریم کا کچھ حصہ ضائع نہ ہوجائے۔ لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآنِ کریم کو مرتب اور مدوّن کردیں۔ میں نے عمرؓ سے کہا کہ تم مجھے ایسے کام کا مشورہ کیوں دے رہے ہو جو رسولِ اکرم ﷺ نے نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا: بخدا اس میں خیر اور بھلائی ہے، پھر وہ اپنی بات کو دہراتے رہے تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے میرے دل کو بھی کھول دیا اور مجھے بھی وہی رائے بہتر نظر آنے لگی جو حضرت عمرؓ کی رائے تھی..... آخر تک

چنانچہ حضرت زیدؓ نے قرآنِ کریم کی آیات اور سورتوں کو مختلف لوگوں سے لے جمع کیا اور یہ نسخہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس رہا، ان کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس اور حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد، حضرت حفصہؓ کے پاس رہا۔'' ⑥

اور ③ تیسری مرتبہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں قرآن کے اسی سابقہ نسخے سے متعدد نسخوں کی تدوین عمل میں آئی۔''

اس تفصیلی روایت سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے قرآنِ کریم کو اسی ترتیب و تنسیق کے مطابق جمع کیا تھا جس ترتیب کی نشاندہی خود نبی اکرم ﷺ نے اپنے زمانۂ مبارک میں قرآن کریم، قرآن کریم کی سورتوں اور ان کی مختلف آیات کے مابین فرمائی تھی اور اسی

⑤ الاتقان للسیوطی: ۱۱۶/۱

⑥ جامع ترمذی: ۳۱۰۳، قال الالبانی 'صحیح'

www.KitaboSunnat.com

کے مطابق نبی اکرم ﷺ، صحابہ کرامؓ اور حفاظ و قراے قرآن، نماز میں اور دوسرے مواقع پر قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے تھے۔

(ب) قرآن کریم کی موجودہ ترتیب کا توقیفی ہونا

اس روایت اور دوسری روایات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی موجودہ ترتیب توقیفی ہے، یعنی اللہ کی طرف سے اُتری ہے۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اس بات پر 'اجماعِ امت' اور کئی روایات نقل کی ہیں کہ قرآنِ کریم کی موجودہ ترتیب توقیفی ہے۔

جہاں تک اجماعِ اُمت کا تعلق ہے تو اسے امام زرکشی نے البُرھان میں، امام جلال الدین سیوطیؒ نے الاتقان میں اور ابوجعفر بن الزبیرؒ نے اپنی کتاب مُناسَبات میں اسے نقل اور روایت کیا ہے۔ ابوجعفر لکھتے ہیں:

''مختلف سورتوں میں آیات کی ترتیب نبی اکرم ﷺ کی طرف سے اطلاع دینے اور آپؐ کے حکم کے مطابق واقع ہوئی ہے اور اس بارے میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔''[2]

◉ اس کی مزید تائید مستند احادیث اور روایات سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ مسند احمد اور سنن ابی داؤد اور سنن ترمذی وغیرہ میں عبداللہ بن عباسؓ سے یہ روایت مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:

''میں نے حضرت عثمانؓ بن عفان سے پوچھا کہ آپ لوگوں نے کس طرح سورۃ الانفال کو جن کا تعلق مَثَاني (جن کی آیات ۱۰۰ سے کم ہیں) سورۃ التوبہ کے ساتھ جن کا تعلق مِئین (۱۰۰ سے زیادہ آیات والی سورتوں) میں ہوتا ہے، جوڑ دیا اور ان کے درمیان آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی سطر نہیں لکھی، اور آپ نے ان دونوں کو سبع طِوال میں رکھ دیا۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ دراصل جب نبی اکرم ﷺ پر کئی کئی آیات والی سورتیں نازل ہوتیں تو آنحضور ﷺ وہاں موجود کسی نہ کسی کاتبِ قرآن کو بلاتے اور فرماتے کہ ان آیات کو فلاں سورۃ میں، جس میں یہ یہ آیات اور فلاں مضمون ہے، رکھ دو۔ سورۃ الانفال مدینہ منورہ کے ابتدائی دور کی نازل شدہ سورۃ ہے اور سورۃ التوبہ قرآنِ کریم کی نزولی اعتبار سے آخری سورتوں میں سے ہے اور چونکہ دونوں کا مضمون ایک دوسرے سے ملتا جلتا ہے، لہٰذا میں نے یہ گمان کیا کہ یہ سورۃ اسی کا حصہ ہے مگر آنحضور ﷺ کا انتقال ہوگیا اور آپؐ نے ہمیں یہ نہیں

[2] ابوجعفر بن الزبیر، مناسبات، بحوالہ السیوطی، ۱/۱۲۱

www.KitaboSunnat.com

بتایا کہ یہ سورۃ اس کا حصہ ہے یا نہیں۔ اسی لیے میں نے دونوں سورتوں کو باہم ملا دیا ہے، مگر دونوں کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھی اور میں نے اسی گمان کے مطابق اسے سبع طوال میں رکھ دیا ہے۔''⑧

◉ اِسی طرح کی ایک حدیث امام بخاریؒ نے اپنی جامع صحیح میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

''میں نے حضرت عثمان بن عفانؓ سے پوچھا: اے عثمان! قرآنِ کریم کی آیت ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا﴾⑨ کو دوسری آیت نے منسوخ کر دیا ہے۔''⑩ پھر آپ نے اس (منسوخ شدہ) آیت کو قرآن کریم میں کیوں درج کیا اور اُسے چھوڑ کیوں نہ دیا؟ حضرت عثمانؓ نے کہا: بھتیجے میں کسی شے کو اپنی جگہ سے تبدیل نہیں کر سکتا۔''⑪

◉ اس طرح صحیح مسلم میں مروی ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں:

''میں نے نبی اکرم ﷺ سے جتنا کلالہ کے بارے میں پوچھا، اتنا کسی اور مسئلے کے متعلق نہیں پوچھا۔ یہاں تک کہ آپ نے میرے سینے پر اپنی انگلیاں ماریں اور فرمایا: اے عمر! تیرے لیے وہ آیت کافی ہے جو سورۃ النساء کے آخر میں ہے۔''⑫

ان واضح روایات کے ساتھ ساتھ اس طرح کے مضمون کی بیسیوں ایسی احادیث بھی مروی ہیں جن میں نبی اکرم ﷺ سے متعلق یہ ذکر ہے کہ آپؐ نے فلاں فلاں سورۃ تلاوت کی یا پھر مختلف سورتوں کی صبح و شام دوسرے مواقع پر تلاوت و قراءت کی فضیلت بیان کی گئی ہے، یا مختلف سورتوں سے تعلق رکھنے والی، آیات کی تلاوت کا ذکر ہے، یا مختلف سورتوں کی آیات کے مطابق طوالت یا ان کے چھوٹے ہونے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جن سے واضح ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ مبارک میں بھی قرآنِ کریم کی یہی ترتیب تھی، جو اس وقت ہمارے سامنے ہے اور جس ترتیب کے مطابق صحابہ کرامؓ نے قرآن کریم کی جمع و تدوین فرمائی۔⑬

چنانچہ نامور محقق قاضی ابوبکرؒ اپنی کتاب الانتصار میں لکھتے ہیں:

---

⑧ جامع ترمذی: ۳۰۸۶، قال الالبانی: ضعیف ⑨ البقرۃ: ۲۴۰

⑩ اس سے مراد قرآن کریم سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۲۳۴ ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ ایسی عورتیں چار ماہ اور دس دن تک انتظار کریں، بعض علماء کے نزدیک یہ آیت سابقہ آیت کی ناسخ ہے۔

⑪ صحیح بخاری: ۴۵۳۶ ⑫ صحیح مسلم: ۱۶۱۶ ⑬ الاتقان للسیوطی: ۱۱۶/۱

www.KitaboSunnat.com

"ترتيب الآيات أمر واجب وحكم لازم فقد كان جبريل يقول ضعوا آية كذا في موضع كذا"[۱۴]

''آیات کی ترتیب ایک ضروری معاملہ اور لازمی حکم ہے، چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت کو فلاں جگہ میں رکھ دو۔''

علامہ سیوطیؒ نے انہی قاضی ابوبکرؒ سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:

''ہمارا موقف یہ ہے کہ پورا قرآنِ کریم جسے اللہ تعالیٰ نے اُتارا ہے اور جس کو لکھنے کا اس نے حکم دیا ہے اور اس کے نزول کے بعد، جسے اُس نے نہ تو منسوخ کیا اور نہ ہی اس کی تلاوت کو (دلوں سے) اُٹھایا ہے؛ یہ وہی قرآن ہے، جو اس وقت مجلد صورت میں ہے اور جس پر مصحف عثمانی مشتمل ہے اور اس میں نہ کبھی کسی شے کی کمی ہوئی، نہ اضافہ ہوا اور اس کی ترتیب و تنظیم بھی اس ترتیب کے مطابق ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اس کو منظّم کیا تھا اور جس ترتیب کے مطابق اسے رسولِ اکرم ﷺ نے سورتوں کی آیات کو مرتب کیا تھا۔ اس میں نہ تو کسی آیت کو اس کے صحیح مقام سے پہلے کیا گیا، نہ ہی اس کے مقام سے پیچھے کیا گیا اور اُمت نے نبی اکرم ﷺ سے ہر سورۃ کی آیات کی ترتیب، ان کے مواقع و مقامات کو اس طرح محفوظ رکھا ہے جس طرح کہ اُمت نے قرآن کی قرات اور تلاوت کو محفوظ رکھا ہے۔''[۱۵]

امام بغویؒ شرح السنة میں اسی مضمون کو یوں بیان کرتے ہیں:

''صحابہ کرامؓ نے اُسی قرآن کو جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمایا، بلا کسی اضافے اور بلا کسی کمی کے دو گتوں کے درمیان جمع کر دیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اُسے اسی طرح لکھا جس طرح انہوں نے اُسے خود رسالت مآب ﷺ سے سنا تھا۔ اس میں اُنہوں نے نہ تو کسی شے کو پہلے کیا اور نہ پیچھے کیا۔ نہ اُنہوں نے کسی سورۃ کی ایسی ترتیب قائم کی جو رسول اکرم ﷺ نے اس سورۃ کو عطا نہیں کی تھی اور رسالت مآب ﷺ صحابہ کرامؓ کو قرآنِ کریم اسی طرح پڑھایا اور سکھایا کرتے تھے جس ترتیب کے مطابق وہ آپؐ پر اترا اور جس ترتیب کے مطابق وہ اس وقت موجود ہے۔ اور یہ حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف سے، اس ترتیب کے مطابق ہے، جو اُنہوں نے آنحضور ﷺ کو سکھائی اور آیت کے نزول کے وقت آپ کو بتلائی اور یہ بھی بتلایا کہ اس آیت کو فلاں آیت کے بعد اور فلاں سورۃ میں لکھا جائے۔ اس

---

۱۴ الاتقان للسیوطی: ۱/۱۲۳ ۱۵ ایضاً

www.KitaboSunnat.com

سے یہ ثابت ہوا کہ صحابہ کرامؓ کی کوشش قرآن کریم کو ایک ہی مقام جگہ جمع کرنے کے بارے میں تھی، اس کو ترتیب دینے سے متعلق نہ تھی۔ اس لیے کہ قرآنِ کریم لوحِ محفوظ میں اسی ترتیب کے مطابق لکھا ہوا ہے جس کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آسمانِ دنیا پر ایک ہی مرتبہ اُسے اُتارا تھا اور پھر حسبِ ضرورت اور حسبِ موقع قرآن تھوڑا تھوڑا کرکے اُترتا اور نازل ہوتا رہا، اور ترتیبِ نزولی، ترتیبِ تلاوت سے مختلف ہے۔''⑯

اسی طرح سورتوں کے مابین جو ترتیب ہے، صحیح روایات اور فقہا کی اکثریت کے مطابق یہ بھی توقیفی ہے اور اس میں بھی کسی تبدیلی یا تقدیم وتاخیر کی اجازت نہیں ہے۔⑰☆

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ قرآنِ کریم کی مکمل ترتیب جو آیات اور سورتوں کی باہمی ترتیب سے عبارت ہے، خود نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ مبارک میں مکمل ہوگئی تھی اور صحابہ کرامؓ نے صرف قرآنِ کریم کو اسی ترتیب کے مطابق ایک نسخے میں جمع کیا اور پھر حضرت عثمانؓ کے زمانے میں دوسرے سارے رسوم الخط اور دوسری تمام لغات میں قرآنِ کریم کی تلاوت کو ممنوع قرار دے کر تمام مسلمانوں کو ایک ہی رسم الخط یعنی قریش کے لہجے پر جمع کردیا اور قرآنِ کریم اپنی اسی ترتیب اور اپنے اسی نظم کے مطابق موجود ہے اور اُسے اس کے مطابق پڑھا اور پڑھایا جارہا ہے اور تمام اُمت اس بات پر متفق ہے کہ اس ترتیب میں کسی قسم کی تبدیلی یا تقدیم وتاخیر کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔

---

⑯ الاتقان للسیوطی: ۱/۱۲۴ ⑰ ایضا

☆ امام سیوطیؒ کی یہ رائے درست نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سورتوں کی مروّجہ ترتیب کے بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ جمہور اہل علم کے نزدیک جن میں سے امام مالکؒ اور قاضی ابوبکر بن طیبؒ قابل ذکر ہیں۔ سورتوں کی موجودہ ترتیب توقیفی نہیں بلکہ اجتہادِ صحابہؓ ہے۔ اس کی دلیل سیدنا حذیفہؓ کی وہ حدیث ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریمؐ کے ساتھ رات کی نماز پڑھی۔ چنانچہ آپ نے پہلے سورۃ البقرۃ پڑھی، پھر سورۃ النساء پڑھی اور پھر سورۃ آل عمران شروع کردی۔ (صحیح مسلم: ۷۷۲) نبی کریمؐ نے موجودہ ترتیب کے خلاف تلاوت کرکے اُمت کے لیے وسعت پیدا کردی ہے کہ یہ ترتیب توقیفی نہیں ہے۔ اگر سورتوں کی ترتیب توقیفی ہوتی تو صحابہ کرامؓ ضرور اس حدیث کے مطابق قرآنِ مجید کی ترتیب دیتے۔ نیز سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کے مصحف کی ترتیب موجودہ ترتیب سے مختلف تھی۔

(مزید تفصیل کے لئے دیکھیں: البرهان في علوم القرآن از امام زرکشی: ۱/۲۶۲) (محدث)

www.KitaboSunnat.com

(ج) ترتیبِ نزولی کی حیثیت

پھر چونکہ قرآن کریم کا نزول اللہ ربّ العزت کی طرف سے ہوا ہے، اوراسی نے تاقیامت اس کی حفاظت وصیانت کا پختہ وعدہ کیا ہے، اسی لیے اس نے قرآنِ کریم کے متعلق انہی باتوں کی حفاظت کا اہتمام کیا، جن باتوں کی اُمت کو قرآن کریم کی تلاوت اور اس کی حفاظت کے لیے ضرورت پیش آ سکتی تھی جبکہ ایسی باتیں جن کا اس مقصد سے تعلق نہیں تھا، ان باتوں کو خود ہی لوگوں کے دلوں اور تاریخ کے اَوراق سے محو کردیا، تاکہ خوامخواہ کے مسئلے اور خوامخواہ کے فتنے پیدا نہ ہوں، جن میں ایک 'ترتیبِ نزولی' کا مسئلہ بھی ہے۔

چونکہ قرآنِ کریم کی 'ترتیبِ نزولی' کا مسئلہ اتنا اہم نہیں تھا، اسی لیے ترتیبِ نزولی کے متعلق ہمیں صرف چند ایک روایات اور وہ بھی چند آیتوں یا چند سورتوں سے متعلق ملتی ہیں جبکہ قرآنِ کریم کی باقی سورتوں کی ترتیبِ نزولی کا اثبات جن روایات کی بنیاد پر کیا جاتا ہے، وہ دوسرے اور تیسرے درجہ کی روایات ہیں اوران میں سے اکثر ایسی ہیں جو 'نقد حدیث' کے معیار پر پورا نہیں اُترتیں۔

اس لیے قرآنِ کریم کو موجودہ ترتیبِ تلاوت کے علاوہ کسی اور طریقے پر نہ تو مرتب کرنا درست ہے اور نہ ہی اس ترتیب کے مطابق پڑھنا اور اس کی تلاوت کرنا صحیح ہے، جس کی حکمت یہی ہے کہ اس سے خوامخواہ کا انتشار پیدا ہوتا ہے، چنانچہ علامہ ابوبکر بن الانباری قرآن کریم کی موجودہ ترتیب کے متعلق فرماتے ہیں:

''چنانچہ سورتوں کی ترتیب آیات اور حروف کی ترتیب ہی کی طرح ہے اور یہ پوری کی پوری نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے، لہٰذا جس نے کسی سورۃ کو مقدم کیا یا مؤخر کیا تو اس نے قرآنِ کریم کی تنظیم وترتیب کو خراب کردیا۔''(۱۸)

اسی طرح الکرمانی البرھان میں فرماتے ہیں:

''سورتوں کی ترتیب لوحِ محفوظ میں اسی ترتیب کے مطابق ہے، اور اسی ترتیب کے مطابق نبی اکرم ﷺ حضرت جبریل علیہ السلام کو قرآن کریم ہر سال سنایا کرتے تھے اور جس سال آپ نے وفات پائی، اس سال آپؐ نے قرآنِ کریم دو مرتبہ جبریل علیہ السلام کو سنایا اور قرآنِ کریم کی سب سے آخری آیت جو نازل ہوئی وہ ﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلٰى

www.KitaboSunnat.com

اللہ﴾ ہے۔[19] جبریلؑ نے فرمایا کہ اُسے آیتِ ربا اور آیت دَین کے درمیان لکھ لو۔''[20]

لہٰذا قرآنِ کریم کو اسی ترتیب کے مطابق لکھنا، اسی کے مطابق تلاوت کرنا ضروری ہے۔ کسی اور ترتیب کے مطابق اُسے مرتب کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی حکمت اور مصلحت کے تحت ترتیب نزولی سے متعلقہ روایات بہت کم تعداد میں محفوظ ہیں۔

④ مستشرقین یورپ کی ترکتازیاں

لیکن چونکہ مستشرقین یورپ نے جن میں سے اکثریت کا تعلق یہودیوں اور عیسائیوں کی مذہبی یا سیاسی جماعتوں یا گروہوں سے ہے، قرآن کریم اور ذاتِ رسالت مآب ﷺ پر اعتراض برائے اعتراض کرنے کا عہد کر رکھا ہے، لہٰذا اُنہوں نے قرآنِ کریم کی موجودہ ترتیب کو صحابہ کرامؓ کی کوشش اور سعی قرار دیتے ہوئے اس پر کئی طرح کے اعتراضات کئے ہیں اور قرآن کریم کی موجودہ ترتیب کی جگہ اپنے پاس سے، اور محض چند کمزور روایات پر یا اپنی ناقص اور کمزور عقل و دانش پر مدار رکھتے ہوئے، قرآنِ کریم کی نئی ترتیب دینے کی کوشش کی ہے اور بزعم خویش اس طرح اُنہوں نے قرآنِ کریم کی خدمت کرنے کا جھوٹا اور باطل دعویٰ کیا ہے۔

اس پر صرف یہ تبصرہ کیا جاسکتا ہے:

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن　　پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اس حوالے سے گذشتہ اور اس سے پیوستہ صدی میں بہت سے مستشرقین نے قلم اٹھایا اور قرآنِ کریم کو اپنے زعم اور اپنے گمان کے مطابق مرتب اور مدوّن کرنے کی کوشش کی۔ اس حوالے سے خاص طور پر ولیم میور اور آرتھر جیفری کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔ جنہوں نے قرآنِ کریم کی سورتوں اور کئی ایک جگہ آیات کو تقدیم و تاخیر کرکے پیش کرنے کی جسارت کی ہے، لیکن یہ لوگ، جن کی اپنی مذہبی کتاب کا یہ حال ہے کہ اب تک یہ طے نہیں ہوا کہ یہ کتاب عبرانی میں تھی یا سریانی میں اور یہ کہ ان کتابوں کے مؤلفین کون تھے، ضعیف اور کمزور روایات یا اپنے فاسد قیاس کے ذریعے مسلمانوں کو قرآنِ کریم کی ترتیب سکھانا چاہتے ہیں۔ اسی لیے مسلمانوں نے ان کی ان کوششوں کو محض سعی لاحاصل قرار دیتے ہوئے اسے مکمل طور پر ردّ کردیا ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان دشمنانِ اسلام کی شرارتوں سے محفوظ رکھے۔ آمین!

---

⑱ الاتقان:۱/۱۲۵　⑲ البقرۃ:۲/۲۸۱　⑳ الاتقان:۱/۱۲۵

www.KitaboSunnat.com

حکم وحکمت

پروفیسر زاہدہ شبنم

شیر خوار بچے کے پیشاب کی طہارت اور طبی حکمت

عورت کو بحیثیتِ ماں جن فرائض کی بجا آوری میں نہایت مشقت اور تندہی کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے، ان میں سے ولادت کے بعد سب سے اہم 'عرصۂ رضاعت' ہے۔ جب بچہ صرف دودھ پر گزارا کر رہا ہوتا ہے، نہ تو وہ کھانا جانتا ہے اور نہ ہی اس کا کمزور نظامِ انہضام ٹھوس غذاؤں کو ہضم کر سکتا ہے، لہٰذا اسے گہری حکمتوں اور رحمتوں کے ساتھ صرف دودھ پینے کی فطری معرفت دی گئی۔ اس عرصہ میں ماں کے لیے پاکیزگی اور طہارت کا اُصول جہاں بہت ضروری ہوتا ہے، وہاں نہایت مشکل بھی۔ کیونکہ بچہ مائع غذا پر بھروسہ کرنے کی بنا پر بار بار پیشاب کرتا ہے اور چونکہ اس وقت قوتِ گویائی سے محروم ہوتا ہے لہٰذا بتا بھی نہیں پاتا، اس لیے ماں کے کپڑے وغیرہ بار بار خراب ہوتے ہیں۔ اگرچہ فی زمانہ پَیمپرز Pampers کا استعمال بڑھ گیا ہے لیکن کسی حد تک Pampers کے باوجود پیشاب سے بچے کے کپڑے تر ہو جاتے ہیں۔ دوسری طرف مسلم ممالک کی پسماندگی اور سادہ طرز بود و باش کی بنا پر بے شمار خواتین آج بھی روزمرہ استعمال میں Pampers کا دخل کم رکھتی ہیں۔

ان مسلم خواتین میں عام مسلمانوں کی طرح طہارت کے اسلامی معیار کے حصول کی حرص اگرچہ ہر حالت میں فزوں تر رہتی ہے لیکن ایسے میں شریعتِ اسلامیہ میں شیر خوار بچے کے پیشاب کے بارے میں کوئی نرمی موجود ہے؟ یہ سوال ہر مسلم خاتون کے ذہن میں اُٹھتا ہے۔

موضوع سے متعلقہ احادیث

حضرت اُمّ قیس بنت محصنؓ کی زیر حدیث[1] کے علاوہ متعدد احادیث اپنی استنادی صحت کے ساتھ کتب حدیث میں وارد ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ سے ایسے بچے اور بچی کے پیشاب

[1] صحیح بخاری: ۲۲۳

www.KitaboSunnat.com

کے بارے میں مختلف حکم ہے جو ابھی ٹھوس غذا نہ کھاتے ہوں۔ بچی کے بارے میں احادیث سے حکم ملتا ہے کہ اس کا پیشاب ابتداے ولادت سے ہی دھویا جائے جبکہ بچے کا پیشاب ٹھوس غذا کھانے سے پہلے صرف چھینٹے مار کر پھیلا spread کر دیا جائے۔

اس سلسلہ میں حضرت اُمّ قیسؓ کے علاوہ حضرت عائشہ ②، حضرت اُمّ کرزؓ ③، حضرت امّ فضلؓ ④ اور حضرت علیؓ سے ⑤ بھی احادیث مروی ہیں۔ ان احادیث میں سے حضرت زینب بنت جحشؓ والی روایت کی علامہ عینی نے تضعیف کی ہے کیونکہ اس کے رواۃ میں سے لیث بن ابی سلیم ضعیف راوی ہے۔ ⑥ اس کے علاوہ سب احادیث صحیح ہیں جبکہ حضرت عائشہؓ اور حضرت امّ قیسؓ کی احادیث تو صحیحین میں مذکور ہیں، مزید برآں حضرت اُمّ فضلؓ کی حدیث بھی صحیح ہے۔

❶ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حدیث کے الفاظ ہیں:

«إن رسول الله ﷺ كان يُؤتٰى بالصبيان فيبرك عليهم ويحنكهم فأُتي بصبي فبال عليه فدعا بماء فأتبعه بوله ولم يغسله» ⑦

''نبی اکرم ﷺ کے پاس بچے لائے جاتے تو آپ ﷺ مبارکباد دیتے اور گھٹی دیتے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ کے پاس ایک بچہ لایا گیا تو اس نے آپ ﷺ پر پیشاب کر دیا، آپ ﷺ نے پانی منگوایا، اس پر ڈال رچھڑک دیا لیکن اسے دھویا نہیں۔''

❷ اُمّ قیسؓ کی حدیث میں لفظ فأتبعه کی بجائے فنضحَه مذکور ہے۔ ⑧

❸ حضرت علیؓ کی روایت ___ جس کو موضوع قرار دیا گیا ہے ___ یہ ہے:

«يغسل من بول الجارية ويُنَضَح من بول الغلام ما لم يَطعم» ⑨

❹ حضرت اُمّ فضلؓ کی روایت میں مذکر و مؤنث ہر دو بچوں کا تذکرہ ہے:

---

② صحیح بخاری: ۲۲۲ ③ سنن ابن ماجہ: ۵۲۷ ④ سنن ابن ماجہ: ۵۲۲
⑤ سنن ابن ماجہ: ۵۲۵ ⑥ تحفۃ الاحوذی: کتاب الطہارۃ، باب ما جاء فی نضح بول الغلام
⑦ صحیح مسلم: ۲۸۶ ⑧ صحیح بخاری: ۲۲۳
⑨ سنن ابو داؤد: ۳۷۷ قال الالبانی: صحیح موقوف

www.KitaboSunnat.com

«إنما يُنضح من بول الذكر ويغسل من بول الأنثى» ⑩

اس موضوع پر یہ اور دیگر متعدد احادیث اس امر پر متفق ہیں کہ رسول اللہ ﷺ شیر خوار بچے کے پیشاب کو محض چھینٹے مارتے تھے اور شیر خوار بچی کے پیشاب کو دھویا کرتے تھے۔

روایات میں یہ صراحت سے موجود ہے کہ ایسا فرق صرف عرصۂ رضاعت میں روا رکھا جاتا ہے۔ یہاں «لم يطعم طعامًا» سے مراد دودھ، کھجور اور شہد ـــ جس سے گھٹی دی جاتی ہے ـــ کے علاوہ دیگر غذائیں ہیں۔⑪ ظاہری بات ہے کہ ان غذاؤں کا استعمال عرصۂ رضاعت کے ابتدائی چند ماہ میں ہی ہوتا ہے۔

اَحادیث میں وارد الفاظ کے معانی

نَضَحَ کا معنی کپڑے پر پانی یا خوشبو چھڑکنا ہے۔ اس کا معنی ٹپکنا بھی آیا ہے۔

اور رَشَّ ⑫ کا معنی پانی کا چھڑکنا یا آسمان سے بوندیں آنا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ ان دونوں الفاظ کے باہم مخالف فی المعنی ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک «رش» تنقیط المآء اور «نضح» صبّ الماء کو کہتے ہیں۔⑬ اس سلسلے میں وہ مختلف احادیث سے استدلال کرتے ہیں جن میں صب الماء کے الفاظ لم يغسل کی تصریح کے ساتھ وارد ہوئے ہیں۔⑭

فقہی اختلاف

مذکورہ بالا مرویات اور معاشرتی مساوات نیز خوراک میں فرق نہ ہونے کی بنا پر بچے اور بچی کے پیشاب کی نجاست کے حکم پر اختلاف ہوا اور فقہا کے تین موقف سامنے آئے:

① شیر خوار بچے کے پیشاب پر چھینٹے مارنا کافی ہے جب کہ بچی کا پیشاب اس عرصہ میں دھویا جائے گا۔ یہ موقف حضرت علیؓ، حسن بصری، امام زہری اور عطاء کا ہے۔⑮

② بچے اور بچی دونوں کے پیشاب کو عرصۂ رضاعت کے ابتدائی مہینوں میں دھونے کی

---

⑩ سنن ابن ماجہ: ۵۲۲ ⑪ فتح الباری: ۴۳۱/۲

⑫ المعجم الوسیط: ۲، ۱/ص: ۹۲۸ اور ۳۴۷

⑬ فتح الباری: ۴۳۲/۲ ⑭ ایضاً ⑮ ایضاً

www.KitaboSunnat.com

ضرورت نہیں، صرف نضح اور رشّ کے عمل سے گزارنا کافی ہے۔

یہ مؤقف امام مالک⑯، امام شافعی⑰، امام اوزاعی، اور ابن العربی کا⑱ ہے۔

③ بچے اور بچی خواہ شیر خوار ہوں، دونوں کا پیشاب مکمل نجس ہے اور دونوں کو دھونا ہی لازم ہو گا، دونوں یا کسی ایک کو نضح یا رشّ کے عمل سے گزارنا کافی نہ ہوگا۔

یہ موقف احناف کا ہے اور مالکیہ میں سے بھی بہت سے یہی رائے رکھتے ہیں۔⑲

ان کی دلیل یہ ہے کہ بعض احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے نضح کا لفظ غسل کے معنی میں بھی استعمال کیا ہے۔⑳

لیکن اس کا جواب 'طفل رضیع' والی حدیث سے اپنے آپ مل جاتا ہے کہ کسی بھی لفظ کو قریب تر معنی کے لیے یا غیر موضوع لہ کے لیے استعارۃً استعمال کیا جاسکتا ہے، البتہ اگر اس کی تصریح یا تفسیر اسی جملے میں موجود ہو تو اسے قیاس کے ذریعے متعین کرنے کی کوشش نہیں کی جائے گی۔ چنانچہ سیدہ اُمّ قیس اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما کی احادیث میں لم یغسل کے الفاظ نے نضح یا رش کے معنی خود متعین کر دیے ہیں اور یہ راوی یعنی متکلم کے ہی الفاظ ہیں جبکہ فقہ حنفی میں اسے ہی 'مفسر' کہا جاتا ہے اور اس پر بغیر کسی احتمال کے عمل کرنا لازم ہوتا ہے۔

ایسے ہی حضرت علی اور حضرت اُمّ الفضل رضی اللہ عنہما کا عمل بمقابلہ بیان ہو رہا ہے اور جب ایک لفظ کسی دوسرے لفظ کے مقابلہ میں ہو تو بھی یہ معنوی تصریح کے لیے کافی ہوتا ہے، لہٰذا حنفیہ کا یہ موقف انتہائی کمزور ہے اور ان کی دلیل جو کہ نضح یا رش کے معنی میں دی گئی ہے، وہ ناقابل اعتبار ہے۔ ان احادیث میں ہی واردہ کلمات سے ہی اس بات کی توضیح ہو رہی ہے کہ یہاں نضح اور رش سے مراد غسل نہیں ہے۔

اسی طرح جن لوگوں نے بچے یا بچی ہر دو کے پیشاب کے لیے نضح اور رش کو کافی قرار دیا ہے، ان کی دلیل بھی کمزور ہے اور اوپر کے اُصول کے تحت یہ موقف بھی مردود ہے۔ البتہ پہلا موقف کہ بچہ اور بچی کے پیشاب میں رسول اللہ ﷺ نے فرق کیا ہے، حدیث کے

⑯ فتح الباری: ۴۳۲/۲ ⑰ ایضاً، المعتمد: ۷۷/۱ ⑱ فتح الباری: ۴۳۲/۲

⑲ ایضاً، بدایۃ المجتہد: ۱۰۴/۱ ⑳ سنن ابوداؤد: ۲۰۷، اُصول الشاشی: ص ۲۳

www.KitaboSunnat.com

موافق ہے اور حافظ ابن حجرؒ کا بیان کردہ نضخ اور رش کا فرق حدیث کے مفہوم سے قریب تر ہے۔ دراصل رش اور نضح غسل کی ہی قسم ہے لیکن غسل نہیں ہے۔

فرق کی حکمت

سوال یہ ہے کہ بچے اور بچی کے پیشاب کی خباثت ونجاست میں یہ فرق کن وجوہ و اسباب کی بنا پر کیا گیا ہے؟ علامہ ابن قیمؒ اس کے تین اسباب بتاتے ہیں:

① چونکہ بچے کو زیادہ کھلایا جاتا ہے اور مرد گھر سے باہر بھی اُٹھا کر لے جاتے ہیں، اس کے پیشاب کو اس قدر نجس قرار دینا باعثِ تکلیف تھا لہٰذا اس طرح تکلیف میں کمی کر دی گئی جو کہ شریعت کا ایک مقصد ہے۔

② چونکہ بچے کا پیشاب ایک جگہ اکٹھا نہیں گرتا بلکہ نضح کی شکل میں بکھر جاتا ہے۔ اور یہ بات طے شدہ ہے کہ اگر زہریلا مواد زیادہ جگہ پر پھیلا دیا جائے تو اس کے زہریلے اثرات کم ہو جاتے ہیں جبکہ بچی کا پیشاب ایک ہی جگہ گرتا ہے لہٰذا وہ زیادہ خطرناک ہوتا ہے اور اسے دھو کر ہی خباثت دور کی جا سکتی ہے۔

③ یہ کہ بچے کے پیشاب میں حرارت اور بچی کے پیشاب میں رطوبت زیادہ ہوتی ہے اور حرارت کی بنا پر اثرات کم اور رطوبت کی بنا پر زیادہ ہوتے ہیں۔[۲۱]

علامہ ابن قیمؒ بلا شبہ اپنے علم اور بصیرت میں اللہ تعالیٰ کی بے پناہ رحمت سمیٹے ہوئے ہیں اور ان کی اسی بصیرت میں سے مؤخر الذکر دو وجوہ نہایت اہم ہیں لیکن پہلی وجہ نامناسب اور شریعتِ اسلامیہ کے معیارِ طہارت سے بعید تر ہے، اس لیے اسے تسلیم کرنا مشکل ہے۔

بچے اور بچی کے نظامِ پیشاب میں طبی فرق

بچے اور بچی کے پیشاب میں موجود فرق ایک ایسا سوال ہے جس کے جواب کی تلاش میں راقمہ محققہ کا لمبا عرصہ صرف ہوا، لیکن اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے نبی محمد ﷺ کو سچا اور حقیقی علم دے کر بھیجا۔ اسلام کا نظریۂ طہارت نہایت جامع ہے جو بیک وقت روحانی پاکیزگی، نیت

[۲۱] تحفۃ الاحوذی، کتاب الطهارة، باب ما جاء في نضح بول الغلام

www.KitaboSunnat.com

کے اخلاص، بگاڑ سے محفوظ عمل، ظاہری صفائی اور نظافت، طراوتِ عقل و ذہن اور بدنی بیماریوں کی افزائش کرنے والے ماحول سے چھٹکارا پانے کے ساتھ ساتھ صحت وتندرستی کے لیے مددگار ہے، لہٰذا پیشاب کا طبی مطالعہ حدیث میں بتائے گئے شیر خوار بچے اور بچی کے پیشاب کی صفائی کے حکم میں فرق کو سمجھنے میں نہایت مددگار ثابت ہوا۔

دراصل بچے اور بچی کا پیشاب کا نظامِ اخراج بالکل مختلف ہے۔نہ صرف نظامِ اخراج بلکہ نظامِ تولید بھی مختلف ہے۔پھر دونوں میں جو جسمانی اور جنسی اختلافات ہیں، وہ قدرت نے اتنے زیادہ کر رکھے ہیں کہ دونوں کو ایک کر دینا کسی بھی نظریہ (Theory) کے بس میں نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں سے عام حالات میں مختلف کام لیے جاتے ہیں لہٰذا دونوں کا نظام بھی مختلف بنایا جیسا کہ دونوں کی دلچسپیاں بھی مختلف ہیں۔ (تحفۃ الاحوذی:۱/۲۳۹)

بچے اور بچی کے پیشاب میں درج ذیل فرق ہیں:

۱۔ مقدار میں ۲۔مواد کی مقدار میں

① مقدار میں فرق

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے انسان کے اندر ایسا نظام بنایا ہے کہ وہ جو کچھ کھاتا یا پیتا ہے وہ قدرتی طریقوں سے چھانا (Filter) جاتا ہے۔ چھاننے Filtration کے مقاصد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خوراک میں موجود مفید اَجزا کی ایک بڑی مقدار جزوِ خون یا جزوِ بدن بن سکے۔اور غیر مفید یا نقصان دہ اجزا اَلگ ہو کر قابل اخراج ہوسکیں۔ چھاننے کا یہ عمل چوبیس گھنٹوں میں متعدد مرتبہ سرانجام پاتا ہے جس کے نتیجہ میں پانی کی دو سے پانچ (۲ تا ۵) لیٹر مقدار انسانی مثانوں میں جمع ہو جاتی ہے۔مختلف تجرباتی تجزیوں (Analysis) سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ مؤنث اپنے مثانوں میں جمع شدہ پیشاب کی مقدار کا تقریباً ۷۵ فیصد حصہ خارج کرتی ہے اور خارج کر کے ایک ہی جگہ پر گراتی ہے جس سے اس جگہ پر مضر خود رَو جراثیم (Bacteria) کی نشوونما کا مددگار ماحول پیدا ہو جاتا ہے۔

جبکہ مذکر اپنے مثانوں میں جمع شدہ پیشاب کی کل مقدار کا تقریباً کم حصہ خارج کرتا ہے اور بقیہ غالب مقدار اندر ہی رہتی ہے جبکہ وہ کم مقدار بھی زیادہ جگہ پر پھیل جاتی ہے لہٰذا

www.KitaboSunnat.com

بیکٹیریا(Bacteria) کی افزائش کے لیے اس جگہ پر پورے طور پر مددگار ماحول پیدا نہیں ہو پاتا۔عام طور پر ماؤں کو اس کا مشاہدہ بھی ہوتا ہے کہ بچے کی نسبت بچی زیادہ مقدار میں پیشاب کرتی ہے، لہٰذا بچے کے پیشاب کے گرنے والے مقام پر صرف چھینٹے مار دینے سے اس ماحول کو مزید کمزور بلکہ بیکٹیریا کی افزائش ونمو کے لیے بالکل غیر معاون بنا دیا جاتا ہے جبکہ بچی کے پیشاب کے گرنے والے مقام پر بیکٹیریا کے لیے ماحول کو غیر مددگار بنانے کے لیے اس کو دھونا ضروری ہو جاتا ہے۔

② مضر مواد کی مقدار میں فرق

میڈیکل سائنس کی زبان میں پیشاب کے اندر موجود مواد مختلف قسم کے مرکبات ہیں، ان میں پانی کے علاوہ دیگر نامیاتی اور غیر نامیاتی نمکیات اور مختلف قسم کی پروٹین (Protiens) ہوتی ہیں۔ پھر پروٹین اور دوسرے غذائی اجزا کی توڑ پھوڑ کے نتیجے میں کچھ زہریلے مرکبات بھی پیدا ہوتے ہیں۔مثلاً اَمونیا(Ammonia)، یوریا(Uria)اور یورک ایسڈ (Urek Acid) وغیرہ۔

اور طبی سائنس میں یہ بات تسلیم کی جاتی ہے کہ ان مرکبات کی مقدار خوراک کی نوعیت کے ساتھ تبدیل ہوتی رہتی ہے۔جب مرکبات کی مقدار پر خوراک کے اثرات پڑتے ہیں تو ان مرکبات کی توڑ پھوڑ کی بنیاد پر پیدا ہونے والے زہریلے مادوں کو بھی زہریلے مرکبات کی اثر انگیزی منتقل ہو جاتی ہے۔پیشاب میں ان تمام مرکبات کے ارتکاز کا انحصار خوراک پر ہوتا ہے۔مثلاً اگر خوراک میں پروٹینز اور کاربوہائڈریٹس (Carbohydrates) زیادہ ہوں گے تو زہریلے مادّوں کا ارتکاز بھی اسی رفتار سے بڑھ جائے گا۔

یہی وجہ ہے کہ فطری نظامِ مقدار اور بار بار چھاننے Filtration کے متحرک نظام کی بنا پر وہ بچہ جو ابھی شیر خوار ہے، کے پیشاب میں زہریلے مادوں کا ارتکاز خطرناک حد تک نہیں ہو پاتا۔ جبکہ شیر خوار بچی کے اندر فطری مادوں کے ساتھ ساتھ اس کے گردوں کے اندر ہونے والے Filtration کے سست عمل کی بنا پر پانی کی مقدار کم ہو جاتی ہے اور اس وجہ سے اس کے پیشاب میں زہریلے مادّوں کا ارتکاز بڑھ جاتا ہے۔فلٹریشن کا یہ عمل ایک سے زائد مرتبہ ہوتا

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ پہلی مرتبہ نیفران (Nephrones) (خون کی چھوٹی چھوٹی نالیاں جو گردے کے اندر ہوتی ہیں) کے شروع والے حصے میں، جس کے نتیجے میں پانی کی بڑی مقدار خون سے الگ ہو جاتی ہے، یہ مقدار ۴ تا ۵ لیٹر ہوتی ہے اس کے بعد نیفران (Nephrones) کے درمیانی حصہ میں آ کر پانی کی کافی مقدار خون میں دوبارہ جذب ہو جاتی ہے۔ پانی کے ساتھ کچھ زہریلے مادے بھی خون میں داخل ہو جاتے ہیں، جس کی بنا پر اس کی Altra-filtration ہوتی ہے اور زہریلے مادے پانی کی کچھ مقدار کے ساتھ خون سے الگ ہو جاتے ہیں، جو کہ گاڑھے پانی کی شکل اختیار کر لیتے ہیں کیونکہ تقریباً ۹۰ فیصد رقیق پانی پھر سے خون کے ساتھ مل جاتا ہے۔ یہ دوسری Filtration اور دوبارہ جذب (Reab) کا عمل Nephrones کے تیسرے حصے میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔ اس سارے عمل میں تقریباً ۱۰ فیصد پانی پیشاب کی شکل میں خارج ہوتا ہے، علاوہ ازیں زہریلے مادوں کی کثرت کی بنا پر گاڑھا پن پیدا ہو جاتا ہے۔[۴۳]

پیشاب میں زہریلے مادوں کا ارتکاز اور پھر ان کی بڑی مقدار کے ساتھ جب اس کا اِخراج ہوتا ہے تو اچھی طرح دھوئے بغیر اس کی ناپاکی کے ساتھ خطرنا کی بھی کم نہیں ہوسکتی۔

مختلف تجربات کے نتیجے میں طبی تجزیہ کار عورت اور مرد کے پیشاب کے زہریلے پن میں ایک واضح فرق موجود پاتے ہیں اور زہریات کی مقدار کا یہ فرق خوراک کے علاوہ فطری طور پر رکھ دیا گیا ہے۔ بلکہ یہ فرق بچے کے انتہائی ابتدائی مراحل جس میں جنس، جسم یا شکل کی ظاہری ہیئات سے بھی پہلے یعنی Gamete اور Embrio کے دور میں ہی پیدا کر دیا جاتا ہے جو کہ بڑھاپے تک یونہی چلا جاتا ہے۔ اس کی ظاہری وجہ جنسی ہارمونز (Harmones) کے ساتھ ساتھ خون سے پیشاب کو الگ کرنے والے ہارمونز پر ہوتا ہے۔ اور یہی اثرات زندگی کے مختلف پہلوؤں، کردار اور اعضاے جسم کی کارکردگی پر پڑتے ہیں اور جسم میں زہریات کے عمل

---

[۴۳] Urine by Wikipedia; the free encyclopeadia
URL http://www.wikipedia.com at [Nov. 6, 2008]

www.KitaboSunnat.com

کو بھی متاثر کرتے ہیں۔[۴۲]

Epidimology (معاشرے میں ماحولیات کے اثرات سے پھیلنے والی بیماریوں کا علم) اور Toxicology (زہریات کا علم) کے مضامین میں اس پر کافی کام ہو چکا ہے اور اس کی وضاحت میں بہت کچھ موجود ہے۔

اگرچہ اس طب کے شعبے میں Gender balence desigen کو مدنظر رکھ کر مزید مطالعہ کیا جائے تو ایسے نکات سامنے آنے کی گنجائش موجود ہے جو مرد اور عورت میں مرکباتی مقدار میں فرق کا پتہ چلا سکیں۔ مسلم ماہرین تجزیہ نگاروں کو نبی کریم ﷺ کی حدیثِ مبارکہ کو بنیاد مانتے ہوئے اس میں علم و تحقیق کے کئی دروازے وا کرنے کا کام اپنے ذمے لینا چاہیے۔

بہر حال Filtration کے اس عمل کی عورت میں سستی کی وجہ سے بہت سے زہریلے مرکبات اس کے پیشاب میں زیادہ مقدار میں جاتے ہیں کیونکہ ہارمونز کا عمل اپنی اثر انگیزی میں کمزور ثابت ہوتا ہے۔ اس بنا پر بچی کے پیشاب کے مقابلہ میں چند ایسے مواد زیادہ مقدار میں جمع ہو جاتے ہیں جن کا خطرہ ان کی زیادہ مقدار میں ہوتا ہے جبکہ چند ایسے ہوتے جن کی مقدار بچے کی نسبت کم رہ جاتی ہے اور ان کا کم مقدار میں ہونا ہی زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔

کم مقدار کے زہریلے مادے یورک ایسڈ (Uric Acid)، یوریا (Urea) اور ایمونیا (Ammonia) کو پھیلنے اور بڑھنے میں مدد دیتا ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خواتین کو بڑھتی عمر میں جوڑوں اور ہڈیوں کی درد میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور یہ اس عمر میں زیاہ ہوتا ہے جب اس ہارمونل نظام میں تبدیلی واقع ہوتی ہے یعنی جن (Harmones) زہروں کی مقدار زیادہ ہوتی ہے وہ ہیں CY3A4,CYP2A6,CYP2B6 اور جن کی مقدار کم ہوتی ہے، وہ ہیں P450,44T,CYPIA2,CYO2EI یورین ڈائی فاسفیٹ گلوکورونوسل ٹرانسفر وغیرہ۔[۴۳]

renal clearance of unchanged drug is decreased in

[۴۲] Environmental research Vol.104, Issue 1, May 2007, Pages 7-8 on Methodologies for the Safety Evluation of Chemicals: Workshop 16. Gender Differences and Human and Ecological risk.

[۴۳] Evluation of Chemicals: Workshop 16. Gender Differences and Human and Ecological risk.

www.KitaboSunnat.com

females due to a lower glomerular filtration. Sex differences in activity of the cytochrome p450 (CYP) and uridine diphosphate glucuronsy ltransferase (UGT) enzymes and renal excretion will result in differences in CI. There i evidence for females having lower activity of CYP 1 A2, CYP2EI, and UGT; higher activity of CYP3A4, CYP2A6, and CYP2B6. This lower activity of enzyme results in retention of toxic substances in the urine of females.[۲۵]

المختصر یہ کہ مرد وعورت Filtration اور Hormones کا نظام تا حیات مختلف ہی رہتا ہے۔ لیکن جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ خوراک جو انسان کھاتا ہے، اس کے نہایت زیادہ اثرات ان مادوں پر پڑتے ہیں۔ لہٰذا جب بچہ ٹھوس خوراک یعنی دودھ، کھجور، گھٹی اور شہد بطورِ علاج کے سوا کچھ نہیں کھاتا، تو زہریلے مادے اتنی مقدار میں نہیں ہو پاتے کہ وہ اپنے اثرات پیشاب کے ذریعے زیادہ چھوڑیں، لہٰذا اس وقت چھینٹے مار کر اس کے معمولی اثرات کو زائل کیا جاسکتا ہے۔ جبکہ بچی چونکہ پہلے دن ہی زہریلے اثرات زیادہ رکھتی ہے، لہٰذا پہلے دن سے ہی اس کے پیشاب میں زہریلے مادے زیادہ ہوتے ہیں جو کہ زیادہ خطرناک بات ہے، لہٰذا اس کے ان اثرات کو ختم کرنے کے لیے اس کا پیشاب دھونا ہی درست ہے۔☆

▣ سابقہ شماروں کی وصولی، ریکارڈ سے متعلق اِستفسارات
▣ خریداری اور پتہ جات میں ترمیم واِندراج
▣ اور 'محدث' کی باضابطہ ترسیل وغیرہ کے لئے رابطہ/ SMS کیجئے:
مولانا محمد اصغر، منیجر 'محدث' لاہور 0305-4600861

---

[۲۵] Do

☆ بچے اور بچی کے پیشاب اور کے اخراج کے عمل کو تفصیل سے جاننے کے لیے دیکھئے:
http//wwww.wikipedia.com

www.KitaboSunnat.com

ایمان وعقائد

حافظ محمد زبیر

توحیدِ حاکمیت اور سلفی علماء کے اَقوال

بعض عرب علما کا کہنا ہے کہ عرب 'حاکمیت' کے لفظ سے نا آشنا تھے یہاں تک کہ سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ نے اس لفظ کو استعمال کیا اور ان سے سید قطب شہیدؒ کے ذریعے یہ لفظ عربی زبان میں وارد ہوا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ 'توحیدِ حاکمیت' ایک جدید اصطلاح ہے جو سید قطب شہیدؒ کے دعوتی وفکری لٹریچر کے ذریعے عام ہوئی ہے۔ سلف صالحین نے جب قرآن وسنت میں غور کیا تو یہ بات سامنے آئی کہ قرآن وسنت میں تین طرح کی توحید کا بیان ہے:

① توحیدِ ربوبیت ② توحیدِ اُلوہیت یا توحیدِ عبادت ③ توحیدِ اسماء وصفات

توحیدِ ربوبیت سے مراد اللہ تعالیٰ کو اس کے افعال میں یکتا قرار دینا مثلاً اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرتا ہے، وہی رزق دیتا ہے، وہی زندہ کرتا اور وہی مارتا ہے، وہی اسی کائنات کی تدبیر کر رہا ہے وغیرہ۔

اور توحیدِ اُلوہیت سے مراد صرف اللہ ہی کی ذات کو عبادت کے لیے خاص کرنا یعنی اللہ کی محبت، اس کے خوف، اس سے اُمید، اس کی اطاعت وغیرہ کے جذبات کے ساتھ اس کی عبادت کرنا، نذر و نیاز، سجدہ، رکوع، طواف اور دعا وغیرہ جیسی عبادات میں کسی کو بھی اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا۔ جبکہ توحید اسماء وصفات سے مراد قرآن وسنت میں جن اسماء وصفات کا اثبات ہے، ان کا اثبات کرنا اور جن عیوب ونقائص سے اللہ کی ذات کو پاک قرار دیا گیا ہے ان سے پاک قرار دینا ہے۔

مغرب میں سماجی علوم وفنون کی ترقی سے عالم اسلام بھی بہت حد تک متاثر ہوا۔ یورپ میں جب باقاعدہ قانون وآئین سازی کی تاریخ کا آغاز ہوا تو مسلمان ممالک نے بھی اس مسئلے میں ان کی تقلید کی۔ عصر حاضر میں تقریباً تمام مسلمان ممالک میں انگریزی یعنی برطانوی یا

www.KitaboSunnat.com

فرانسیسی یا امریکی قوانین وغیرہ جزوی طور پر نافذ ہیں۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کی آخری خلافت، سلطنتِ عثمانیہ میں بھی سوائے مدنی قانون یعنی مجلّة الأحكام العدلية کے بقیہ تمام قوانین مثلاً فوجداری قانون، قانونِ تجارت، قانون اَراضی وغیرہ فرانسیسی و یورپین قوانین سے ماخوذ تھے اور انہی کے مطابق عدالتوں میں فیصلے ہوتے تھے۔ پس تقریباً تمام مسلمان ممالک میں نہ تو سو فی صد غیر شرعی و مغربی قوانین نافذ ہیں اور نہ ہی مکمل اسلامی و شرعی قوانین، بلکہ یورپی اور اسلامی قوانین کا ایک ملغوبہ ہے جو اکثر و بیشتر مسلمان ممالک میں نافذ العمل ہے۔

۱۹۲۴ء میں خلافتِ عثمانیہ کے سقوط کے بعد مسلمان اُمت میں خلافت کی بحالی کے لیے اسلامی تحریکوں کا آغاز ہوا۔ ان تحریکوں نے اپنے موقف میں زور پیدا کرنے کے لیے 'توحید حاکمیت' کی اصطلاح استعمال کی تاکہ عوام الناس کو یہ باور کرایا جا سکے کہ غیر اللہ کے قوانین کا نفاذ شرک ہے، لہٰذا اُنہیں یورپین و مغربی قوانین کے نفاذ کے خلاف اور اسلامی قوانین کی بحالی کے لیے اپنا تن من دھن لگا دینا چاہیے۔ شروع میں تو یہ اصطلاح توحید کی باقی اقسام کی طرح ایک قسم کے طور پر بیان ہوتی رہی لیکن آہستہ آہستہ اس کے استعمال میں یہ غلو پیدا ہوا کہ بعض مفکرین نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ لا إله إلا الله کا معنی لاحاکم إلا الله ہے اور انسان کی تخلیق کا مقصد روے ارضی پر اللہ کی حاکمیت قائم کرنا ہے، نہ کہ اس کی عبادت کرنا۔ یہاں تک بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض سلفی مفکرین کے نزدیک بھی سلف کی بیان کردہ توحید اُلوہیت، توحیدِ ربوبیت اور توحید اسماء و صفات پس منظر میں چلی گئیں اور اُنہیں اسلام و کفر کا معیار صرف توحیدِ حاکمیت ہی میں نظر آنے لگا۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حاکم صرف اللہ ہی کی ذات ہے۔ اور یہ کوئی نئی بحث نہیں ہے بلکہ اُصولِ فقہ کی قدیم و جدید کتابوں میں حکم کی اَبحاث کے ذیل میں 'حاکم' کے عنوان کے تحت اس موضوع پر مفصل مباحث موجود ہیں۔ علاوہ ازیں عقائد کی کتب میں بھی یہ بات مختلف عنوانات کے تحت موجود ہے کہ غیر اللہ کے قانون کے مطابق فیصلے کرنا کفر، ظلم اور فسق ہے۔ اَصل سوال اللہ کے حاکم ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف

www.KitaboSunnat.com

کا نہیں ہے بلکہ سوال درحقیقت یہ ہے کہ سلف صالحین نے توحید کی جو تین اقسام بیان کی تھیں کیا وہ توحیدِ حاکمیت کو بھی شامل تھیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو سلف صالحین کا تصورِ توحید ناقص تھا اور اگر ہیں تو ایک نئی اصطلاح وضع کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ ذیل میں ہم اس موضوع پر اہل سنت کے علماء کے اَقوال کی روشنی میں بحث کر رہے ہیں:

پہلا موقف: توحیدِ حاکمیت کی اصطلاح استعمال کرنے کے بارے میں سلفی علما کے تین موقف ہیں۔ بعض علما کا کہنا یہ ہے کہ اس اصطلاح کا استعمال جائز ہے کیونکہ "لا مشاحة في الإصطلاح"۔ ایسے علماء کی تعداد بہت ہی کم ہے جن میں نمایاں نام شیخ عبدالرحمٰن بن عبدالخالق یوسف کا ہے جنہوں نے اپنی کتاب 'الصراط' میں توحیدِ حاکمیت کی اصطلاح استعمال کی ہے۔

دوسرا موقف: دوسرا موقف سلفی علماء کی ایک معتد بہ جماعت کا ہے کہ توحید کی تین ہی اقسام ہیں: توحید حاکمیت بھی دراصل توحید اُلوہیت یا توحیدِ ربوبیت ہی کا ایک پہلو ہے۔ لہٰذا نئی اصطلاح وضع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سلف کی اصطلاحات جامع مانع ہیں اور انہی پر اکتفا کرنا چاہیے۔

☆ سابقہ مفتی اعظم سعودی عرب شیخ بن بازؒ فرماتے ہیں:

"ليست أقسام التوحيد أربعة وإنما هي ثلاثة كما قال أهل العلم وتوحيد الحاكمية داخل في توحيد العبادة ـ فمن توحيد العبادة الحكم بما شرع الله، والصلاة والصيام والزكاة والحج والحكم بالشرع كل هذا داخل في توحيد العبادة"

''توحید کی اقسام چار نہیں ہیں بلکہ تین ہی ہیں جیسا کہ اہل علم کا کہنا ہے۔ توحیدِ حاکمیت دراصل توحیدِ عبادت (اُلوہیت) میں داخل ہے۔ پس توحیدِ عبادت (اُلوہیت) میں یہ بھی شامل ہے کہ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے کیے جائیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور اللہ کی شریعت کے مطابق فیصلے کرنا یہ توحیدِ عبادت میں داخل ہے۔''

http://www.binbaz.org.sa/mat/4719

شیخ عبداللہ بن الغنیمان اور شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ الراجحی نے بھی یہی موقف بیان

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے: دیکھئے http://islamqa.com/ar/ref/11745

http://www.dd-sunnah.net/forum/showthread.php?t=42367

تیسرا موقف: یہ موقف بھی سلفی علما کی ایک بڑی جماعت کا ہے۔ اس موقف کے مطابق توحیدِ حاکمیت کی اصطلاح وضع کرنا ہی بدعت اور گمراہی ہے لہٰذا اس سے اجتناب لازم ہے۔ یہ موقف شیخ صالح العثیمینؒ، علامہ البانیؒ اور شیخ صالح الفوزان وغیرہ کا ہے۔

☆ شیخ صالح العثیمینؒ سے جب توحید کی چوتھی مزعومہ قسم: توحیدِ حاکمیت کے بارے سوال ہوا تو اُنہوں نے جواب دیا:

"السؤال: ما تقول عفا الله عنك في من أضاف للتوحيد قسمًا رابعًا سمّاه توحيد الحاكمية؟ الجواب: نقول: إنه ضالّ وجاهل، لأن توحيد الحاكمية هو توحيد الله عزَّ وجل فالحاكم هو الله فإذا قلت: التوحيد ثلاثة أنواع كما قاله العلماء: توحيد الربوبية، فإن توحيد الحاكمية داخل في توحيد الربوبية، لأن توحيد الربوبية هو توحيد الحكم والخلق والتدبير لله عز وجل وهٰذا قول مُحدَث منكر، وكيف توحيد الحاكمية؟ ما يمكن أن توحد الحاكمية، المعنٰى أن يكون حاكم الدنيا واحدا؟ أم ماذا؟ فهذا قول مُحدَث مبتدع منكر، يُنكر على صاحبه ويقال له: إن أردت الحكم فالحكم لله وحده، و هو داخل في توحيد الربوبية، لأن الربّ هو الخالق المالك المدبّر للأمور كلها، فهٰذه بدعة و ضلالة، نعم."

سوال: آپ اس شخص کے بارے کیا کہتے ہیں جس نے توحید کی چوتھی قسم توحیدِ حاکمیت بنا لی ہے۔ **جواب:** ہم کہتے ہیں: (جو یہ اصطلاح استعمال کرے) وہ گمراہ اور جاہل ہیں۔ توحید حاکمیت سے مراد اللہ کی توحید ہی ہے۔ پس حاکم صرف اللہ ہی ہے۔ پس اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ توحید کی تین اقسام ہیں: توحیدِ ربوبیت (توحیدِ اُلوہیت اور توحیدِ اَسماء وصفات)۔ توحید حاکمیت، توحیدِ ربوبیت کا ہی حصہ ہے کیونکہ توحیدِ ربوبیت ہی توحیدِ حکم، توحیدِ خلق اور توحید تدبیر وغیرہ ہے۔ (توحیدِ حاکمیت کو علیحدہ قسم بنانا) ایک بدعی اور منکر قول ہے۔ توحیدِ حاکمیت

www.KitaboSunnat.com

کیسے ہوگی؟ یہ ممکن نہیں ہے کہ حاکمیت ایک ہی ہو جائے یعنی ساری دنیا کا حاکم ایک ہی ہو؟ یا پھر توحیدِ حاکمیت سے مراد کیا ہے؟ توحیدِ حاکمیت کا قول ایک بدعتی اور منکر کا قول ہے۔ اس قول کے صاحب کا انکار کیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ اگر اس سے تیری مراد حکم ہے تو حکم دینے کا اختیار تو اللہ ہی کی ذات کو ہے اور وہ توحید ربوبیت میں داخل ہے کیونکہ ربّ سبحانہ وتعالیٰ ہی خالق، مالک اور تمام اُمور کا مدبر ہے۔ پس توحیدِ حاکمیت کی علیحدہ قسم بنانا بدعت اور گمراہی ہے۔ جی ہاں!''

http://www.alathar.net/esound/index.php?page=geit&co=432

شیخ صالح العثیمینؒ نے اس بحث کو اُجاگر کیا ہے کہ توحیدِ حاکمیت سے کیا مراد ہوسکتی ہے۔ توحیدِ حاکمیت کا ایک مفہوم تو یہ ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ حاکم اور شارع اللہ ہی کی ذات ہے یعنی حکم دینے کا اختیار صرف اللہ ہی کو ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: إن الحکم إلا للہ۔ اِس پہلو سے یہ توحیدِ ربوبیت میں داخل ہے کیونکہ حکم جاری کرنا اللہ کا ایک فعل ہے اور اس کے اس فعل میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرانا چاہیے۔ توحید حاکمیت کا ایک دوسرا مفہوم شیخ بن بازؒ نے بیان کیا ہے کہ اس سے مراد بندے اپنے افعال میں اللہ ہی کو حاکم قرار دیں۔ اس اعتبار سے یہ توحیدِ اُلوہیت میں داخل ہے۔ یہ دونوں پہلو ہی مطلوب ہیں لہٰذا توحیدِ حاکمیت ایک پہلو سے توحیدِ ربوبیت اور دوسرے پہلو سے توحید اُلوہیت میں داخل ہے۔

☆ علامہ البانیؒ کا کہنا یہ ہے کہ بعض افراد نے اپنی سیاسی تعبیرات کو شرعی معنی پہنانے کے لیے توحیدِ حاکمیت کی اصطلاح وضع کی ہے۔ علامہؒ اپنے ایک لیکچر میں فرماتے ہیں:

"الحاکمیة فرع من فروع توحید الألوهیة والذین یدندنون بهذه الکلمة المحدثة في العصر الحاضر، یتخذون سلاحًا لیس لتعلیم المسلمین التوحید الذي جاء به الأنبیاء والرُّسل کلّهم و إنما سلاحًا سیاسیًّا۔"

''حاکمیت، توحیدِ اُلوہیت کے فروعات میں سے ایک فرع ہے جو لوگ عصر حاضر میں اس کلمے کو لیے دندناتے پھرتے ہیں، وہ اس اصطلاح کے ذریعے مسلمانوں کو اس توحید کی تعلیم نہیں دینا چاہتے جسے تمام انبیاء ورسل لے کر آئے بلکہ یہ لوگ اس اصطلاح کو سیاسی اسلحے کے

www.KitaboSunnat.com

طور پر استعمال کرتے ہیں۔''

یہ پیرا گراف اس موضوع پر علامہ محمد ناصر الدین البانی کے مفصل کلام کا حصہ ہے جو درج ذیل لیکچر میں سماعت کیا جا سکتا ہے:

http://www.islamway.com/?iw_s=Lesson...esson_id=17811

☆ شیخ صالح الفوزان کا کہنا ہے کہ توحیدِ حاکمیت میں غلو نے توحیدِ اُلوہیت کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ایسی جماعتیں یا گروہ بھی وجود میں آ گئے ہیں جو توحیدِ اُلوہیت کو نظر انداز کرتے ہوئے توحیدِ حاکمیت کی رٹ لگائے بیٹھے ہیں، جس کی وجہ سے توحید کے صحیح تصور میں عدمِ توازن پیدا ہو رہا ہے۔شیخ حفظ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"توحيد الحاكمية هل هو من أقسام توحيد الربوبية أم الألوهية؟
الجواب: توحيد الحاكمية نوعُ فرد من أفراد توحيد العبادة، وجَعْلُه من توحيد الحاكمية هٰذا غالت بعض الجماعات، بعض الجماعات غالوا في توحيد الحاكمية، وبعض الجماعات صيروه فردا. توحيد الحاكمية من أنواع توحيد العبادة، يجب أن تفرد الله بالدعاء والذبح والنذر والحكم تتحاكم إلىٰ شرعه، لمَاذا تخصص لو يأتي واحد يقول: توحيد الدعاء ويجعله توحيدًا، توحيد النذر، توحيد الطواف، توحيد الصلاة، توحيد الركوع، توحيد السجود، توحيد الحاكمية كلّها توحيد العبادة داخلة في مسمى توحيد العبادة، وحد الله أى : أن توحد الله في الركوع والسجود والذبح والنذر والحاكمية وغيرها، هٰذا الأصح. لكن غالى بعض الناس أو الجماعات الذين معروفون الآن فغالوا في توحيد الحاكمية وصاروا لا يتكلمون إلا عن توحيد الحاكمية و يكفرون الحكام، لأنهم لم يحكموا بالشريعة ولكن لا يتكلمون في الشرك، لا يتكلمون في الدعاء لغير الله ولا في الذبح ولا في النذر مع أن هٰذا شرك ، القبور عندهم وأمامهم و بين أيديهم يذبح لها وينذر لها و لا يتكلمون ولا يتكلموا إلا في توحيد الحاكمية لمَاذا؟ الحاكمية فرد من الأفراد أنكر الشرك في الدعاء والذبح والنذر كما أنك تنكر على الحكام

www.KitaboSunnat.com

عدم الحكم بما أنزل الله لماذا تخصص؟ فرد من أفراد العبادة۔ نعم"

''سوال: توحیدِ حاکمیت، توحیدِ ربوبیت کی قسم ہے یا توحیدِ اُلوہیت کی؟۔ جواب: توحیدِ حاکمیت توحیدِ عبادت (اُلوہیت) کے افراد میں سے ایک فرد ہے۔ توحیدِ حاکمیت کو ایک مستقل قسم قرار دیتے ہوئے بعض جماعتوں نے غلو کیا ہے۔ بعض جماعتوں نے توحیدِ حاکمیت میں غلو کیا ہے جبکہ بعض جماعتیں اسے ایک فرد / جزو قرار دیتی ہے۔ توحیدِ حاکمیت، توحید عبادت (اُلوہیت) کی ایک قسم ہے۔ یہ بات واجب ہے کہ انسان اپنی دعا، ذبح، نذر اور حکم میں اللہ ہی کی شریعت کی طرف اپنا مقدمہ لے جاتے ہوئے اپنے ان افعال میں توحید کو برقرار رکھے۔ (میں کہتا ہوں) توحیدِ حاکمیت ہی کو خاص کیوں کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے: توحیدِ دعا اور اس کو توحید کی ایک مستقل قسم قرار دے یا توحیدِ نذر، توحیدِ طواف، توحید نماز، توحیدِ رکوع، توحیدِ سجود (یعنی نذر، طواف، نماز، رکوع اور سجود صرف اللہ ہی کے لیے ہیں تو توحید کی یہ قسمیں بنانے میں بھی کیا حرج ہے؟)۔ توحیدِ حاکمیت تمام کی تمام توحید عبادت (اُلوہیت) کے مفہوم میں داخل ہے۔ اللہ کی توحید اختیار کرو یعنی رکوع، سجود، ذبح، نذر اور حاکمیت وغیرہ میں۔ یہ بات صحیح ہے لیکن بعض افراد اور معروف جماعتوں نے توحیدِ حاکمیت میں غلو کیا ہے۔ یہ لوگ توحیدِ حاکمیت کے علاوہ کچھ بیان ہی نہیں کرتے اور مسلمان حکمرانوں کی تکفیر کرتے ہیں کیونکہ یہ حکام شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے۔ یہی لوگ غیر اللہ کے لیے دعا کرنے، غیر اللہ کے لیے ذبح کرنے اور غیر اللہ کے لیے نذر ماننے کے بارے میں فتوے نہیں دیتے حالانکہ یہ بھی شرک ہے اور ان حضرات کے سامنے اور ارد گرد قبریں ہیں، ان کے سامنے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا جاتا ہے اور نذریں مانی جاتی ہیں (لیکن پھر بھی یہ حضرات اس توحید پر توجہ نہیں دیتے)۔ غیر اللہ سے دعا کرنے، ذبح کرنے اور نذر ماننے کے شرک کا بھی اسی طرح انکار ہوگا جس طرح حکام کے اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے نہ کرنے کا آپ انکار کرتے ہیں۔ توحیدِ حاکمیت، توحیدِ عبادت کے افراد میں سے ایک فرد / جزو ہی ہے۔ جی ہاں!''

http://www.alfawzan.ws/AlFawzan/sounds/00815-26.ra

"يا فضيلة الشيخ! وفقكم الله ما حكم من يقول : معنٰى لا إله إلا الله هي: لاحاكمية إلا الله؟ الشيخ: ما شاء الله! هٰذا أخذ جزء، جزء قليل من معنى لا إله إلا الله وترك الأصل الذي هو التوحيد والعبادة ۔ لا إله إلا

www.KitaboSunnat.com

الله معناها: لا معبود بحق إلا الله ـ فهي تنفى الشرك وتثبت التوحيد والحاكمية جزء من معنٰى لا إله إلا الله ولكن الأصل هو التوحيد، الأصل في لا إله إلا الله هو التوحيد ﴿وَمَا أُمِرُوٓا إِلَّا لِيَعْبُدُوٓا إِلٰهًا وَّاحِدًا﴾ ﴿وَمَا أُمِرُوٓا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ لكن هذه فتنة هؤلاء الذين يقولون هذه المقالة؛ إما أنهم جهال، يفسرون كلام الله وكلام رسوله، هو ليس عندهم علم، إنما هم أصحاب ثقافة عامة ويسمونهم 'مفكرين' لكن ليس لهم فقه في دين الله، وعدم الفقه في دين الله آفة..... علىٰ كل حال هو تفسير ناقص جدًا، ولا ينفع حتى لو حكم، لو قامت المحاكم على تحكيم الشريعة في المخاصمات بين الناس والأعراض والحدود، وترك أمر الشرك والأضرحة قائمًا، فهذا لا ينفع ولا يفيد شيئًا ولا يعتبروا مسلمين بذلك حتى يزيلوا الشرك ويهدموا الأوثان، النبي ﷺ بدأ بهدم الأوثان قبل أن يأمر الناس بالصلاة والصيام والزكاة والحج، تعلمون أنه أقام في مكة ثلاثة عشر سنة، يأمر بالتوحيد وينهٰى عن الشرك، حتى إذا تمهدت العقيدة وقامت العقيدة ووُجد من المسلمين من يؤازر الرسول ﷺ على أمر الجهاد، نزلت عليه شرائع الإسلام: الصلاة والصيام والحج وبقية شرائع الإسلام، البناء لايقوم إلا على الأساس، لا بدَّ من الأساس أوَّلا ثم البناء ولذلك شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمَّدا رسول الله هي أوّل أركان الإسلام والنبي ﷺ يقول «فليكن أوّل ما تدعوهم إليه: شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمدًا رسول الله » نعم.

بعضهم كتب كتاب يقول فيه: إن الله خلق الخلق ليحققوا الحاكمية في الأرض، هٰذا مخالف لقوله تعالىٰ: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ يعنى ما راح للآية هذه، بل خلقهم من أجل يحققوا الحاكمية، يا سبحان الله! الله تعالى يقول ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ وأنت تقول ليحققوا الحاكمية؟ نعم؛ من أين جاء بهٰذا التفسير؟ وفي الحقيقة هم مُكفِّرين لا مُفكِّرين، فانتبه!"

''سوال: شیخ صاحب! اللہ آپ کو توفیق دے، اس شخص کا حکم بیان کریں جو 'لا الہ الا اللہ' کا معنی

www.KitaboSunnat.com

یہ بیان کرتا ہو کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حاکمیت اللہ کے علاوہ کسی کی نہیں ہے؟ جواب: ماشاء اللہ! یہ کلمہ توحید 'لا الٰہ الا اللہ' کا ایک جز بلکہ بہت ہی قلیل جز ہے۔ اس تفسیر کے ذریعے کلمہ توحید کے اصل مقصود کو چھوڑ دیا گیا ہے اور وہ ہے توحید اور عبادت۔ 'لا الہ الا اللہ' کا معنی ہے کوئی حقیقی معبود اللہ کے سوا نہیں ہے۔ یہ تصور شرک کی نفی بھی کرتا ہے اور توحید کو ثابت بھی کرتا ہے۔ حاکمیت 'لا الہ الا اللہ' کا ایک جز ہے جبکہ اس کلمے کی اصل توحید ہے۔ 'لا الہ الا اللہ' میں اصل مفہوم توحید کا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اور نہیں اُنہیں حکم دیا گیا مگر یہ کہ وہ ایک ہی معبود کی عبادت کریں۔ اسی طرح ارشاد ہے: اور اُنہیں نہیں حکم دیا گیا مگر اس کا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اس کے لیے اپنے دین کو خالص کرتے ہوئے۔ اسی طرح ارشاد ہے: اور میں نے نہیں پیدا کیا جنوں اور انسانوں کو مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔ 'لا الہ الا اللہ' کی حاکمیت کے ذریعے تفسیر کرنا درحقیقت ان لوگوں کا فتنہ ہے جو اس قسم کی باتیں کرتے ہیں۔ یا تو یہ لوگ جاہل ہیں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کلام کی تفسیر کرتے ہیں، حالانکہ ان کے پاس اس کا علم نہیں ہے۔ یہ لوگ درحقیقت تہذیب و کلچر کے میدان کے لوگ ہیں اور 'مفکرین' کہلاتے ہیں لیکن ان کے پاس اللہ کے دین کی سوجھ بوجھ موجود نہیں ہے۔ جبکہ اللہ کے دین کی سوجھ بوجھ نہ ہونا ایک آفت ہے..... بہرحال یہ ایک بہت ہی ناقص تفسیر ہے۔ اگر اللہ کی حاکمیت قائم کر بھی دی جائے تو پھر بھی یہ تفسیر بے فائدہ ہوگی۔ اگر عدالتیں لوگوں کے مابین جھگڑوں، حدود و عزت کے مسائل میں اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے کرنے بھی لگ جائیں اور حال یہ ہو کہ معاشرے میں شرک موجود ہو، مزار قائم ہوں تو یہ توحید حاکمیت کوئی فائدہ نہ دے گی اور لوگ اس توحید کی وجہ سے مسلمان نہیں ہو جائیں گے جب تک کہ وہ شرک کی جڑ نہ کاٹ دیں اور بتوں کو گرا دیں۔ اللہ کے نبی ﷺ نے لوگوں کو نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کا حکم دینے سے پہلے اپنی دعوت کا آغاز بتوں کو گرانے سے کیا۔ آپ لوگ جانتے ہیں کہ آپؐ نے تیرہ سال مکہ میں قیام کیا۔ اس دوران آپ توحید کا حکم دیتے تھے اور شرک سے روکتے تھے یہاں تک کہ جب عقیدہ درست و صحیح ہو گیا اور مسلمانوں میں جہاد کے حکم پر آپ کی مدد کرنے والے میسر آ گئے تو نماز، روزہ، حج اور بقیہ شریعت نازل ہونا شروع ہوئی۔ عمارت اپنی بنیاد پر قائم ہوتی ہے۔ پہلے بنیاد کو پکڑیں پھر عمارت تعمیر کریں۔ یہی وجہ ہے کہ 'لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ' کی گواہی دینا اسلام کا پہلا رکن ہے۔ ا

www.KitaboSunnat.com

ن میں سے کسی نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں کہا ہے: اللہ نے اپنی مخلوق کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ زمین میں اللہ کی حاکمیت قائم کریں۔ یہ قول آیتِ مبارکہ ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالإِنْسَ إِلاَّ لِيَعْبُدُوْنِ﴾ کے خلاف ہے۔ یعنی اس شخص کو یہ آیتِ مبارکہ راس نہ آئی۔ (اس کا کہنا یہ ہے) بلکہ ان کو اس لیے پیدا کیا کہ وہ حاکمیت کو ثابت کریں۔ سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: 'میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت ہی کے لیے پیدا کیا ہے، اور تم یہ کہتے ہو کہ اس لیے پیدا فرمایا تاکہ اللہ کی حاکمیت ثابت کریں۔ جی ہاں! یہ تفسیر کہاں سے لے آئے ہیں؟۔ درحقیقت یہ لوگ تکفیری ہیں نہ کہ مفکرین۔ ان سے خبردار رہیں!''

http://www.alfawzan.ws/AlFawzan/sounds/00815-26.ra

☆ شیخ عبدالسلام بن برجس آلِ عبدالکریم فرماتے ہیں:

"فمن ثم وضع توحيد الحاكمية قسيمًا لأقسام التوحيد المعروفة الثلاثة هو من الأمور التى أدخلها بعض من انحرف في مسائل التكفير في هٰذا العصر كجماعة الإخوان المسلمين وغيرهم وهو ليس في شيء"

''توحیدِ حاکمیت کو توحید کی تین معروف اقسام کی طرح ایک مستقل قسم ان لوگوں نے قرار دیا ہے جنہوں نے عصر حاضر میں مسئلہ تکفیر میں اہل سنت کے منہج سے انحراف کیا ہے جیسا کہ الإخوان المسلون وغیرہ ہیں۔ توحید کی اس قسم کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔''

http://www.burjes.com/burjes_audio.php

☆ شیخ ابوعبدالمعز محمد علی فرکوس الجزائری فرماتے ہیں:

"هل شرح سيد القطب لـ "لا إله إلا الله" يعد أفضل شروحات كلمة التوحيد؟ الجواب: . . . فتفسير سيد قطب وأخيه محمد قطب لمعنٰى لا إله إلا الله بالحاكمية أي لا حاكمَ إلا الله تفسير قاصر غير صحيح فكيف يكون الأفضل؟ فهو مخالف لما عليه تفسير السلف الصالح لمعنى لا إله إلا الله و هو لا معبود بحق إلا الله و يدل عليه قوله تعالى ﴿ذلك بأن الله هو الحق وأن ما يدعون من دونه هو الباطل وأن الله هو العلي الكبير﴾ وقوله تعالىٰ ﴿ولَقَد بعثنا في كل أمة رسولًا أن اعبدوا الله واجتنبوا الطاغوت﴾ وقوله تعالى ﴿واعبدوا الله ولا تشركوا به شيئًا﴾

www.KitaboSunnat.com

وقوله تعالى ﴿وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون﴾ وقوله ﷺ «أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا إله إلا الله»"

''سوال: کیا سید قطب شہیدؒ کی 'لا الہ الا اللہ' کی تفسیر کلمہ توحید کی افضل ترین شرح ہے؟

جواب: ...سید قطب اور ان کے بھائی محمد قطب نے 'لا الہ الا اللہ' کی تفسیر حاکمیت کے ساتھ کی ہے یعنی 'لا الہ الا اللہ' سے مراد 'لا حاکم الا اللہ' ہے، یہ تفسیر ایک ناقص اور غیر صحیح تفسیر ہے چہ جائیکہ اس کو افضل قرار دیا جائے۔ ان دونوں بھائیوں کی یہ تفسیر اس معنی کے خلاف ہے جو سلف صالحین نے 'لا الہ الا اللہ' کا بیان کیا ہے اور وہ معنی یہ ہے کہ اس سے مراد 'لا معبود بحق الا اللہ' ہے۔ یعنی اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ہے۔

سلف کی اس تفسیر پر درج ذیل آیات اور احادیث شاہد ہیں: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: یہ اس وجہ سے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی حقیقی معبود ہے اور جن کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ معبودانِ باطلہ ہیں اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی عظیم اور بڑا ہے۔ اسی طرح ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اور ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول بھیجا تاکہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔ اسی طرح ارشادِ ہے: اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اسی طرح ارشاد ہے: اور نہیں میں نے پیدا کیا جنوں اور انسانوں کو مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔ اسی طرح حدیثِ مبارکہ میں ہے: مجھے (یعنی محمد ﷺ کو) یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ 'لا الہ اِلا اللہ' کی گواہی دیں۔''

http://www.ferkous.com/rep/Ba27.php

☆ شیخ ربیع اور شیخ ابراہیم الزحیلی نے بھی تقریباً یہی موقف بیان کیا ہے۔

http://rabee.net/show_book.aspx?pid=5&bid=158&gid=0

http://www.muslm.net/vb/archive/index.php/t-328512.html

خلاصۂ کلام

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ توحیدِ حاکمیت کی اصطلاح سلف صالحین کے دور میں نہیں تھی اور یہ جدید دور کی اصطلاح ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا اس اصطلاح کا استعمال جائز ہے یا غیر صحیح یا بدعت؟ جیسا کہ یہ تینوں موقف سلفی علماء میں پائے جاتے ہیں۔ یہ بات درست ہے

www.KitaboSunnat.com

کہ نئی اصطلاح وضع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ اس کی ضرورت ہو۔لیکن بغیر کسی وجہ و ضرورت کے نئی نئی اصطلاحات کا استعمال انتشارِ ذہنی کا باعث بن سکتا ہے۔لہٰذا جب توحید حاکمیت' توحیدِ اُلوہیت یا ربوبیت میں شامل ہے اور ان کا ایک جزو ہے تو اس کو علیحدہ بیان کرنے کی بجائے انہی دو اقسام کے ذیل میں بیان کرنا چاہیے جیسا کہ شیخ ابن بازؒ کا موقف ہے۔پس علیحدہ سے توحیدِ حاکمیت کی اصطلاح کا استعمال غیر ضروری اور درست نہیں ہے لیکن اگر کوئی شخص مجرد اس کو بطورِ اصطلاح استعمال کرے تو اس پر بدعتی یا گمراہ ہونے کا فتویٰ نہیں لگایا جائے گا۔شیخ عبداللہ الغُنیمان فرماتے ہیں:

"وجعله قسم رابعًا ليس له وجه، لأنه داخل في الأقسام الثلاثة، والتقسيم بلا مقتضٰى يكون زيادة كلام لا داعي له، و الأمر سهل فيه على كل حال، إذ جعل قسمًا مستقلاً فهو مرادف، و لا محذور فيه"

http://islamqa.com/ar/ref/11745

''اور توحید حاکمیت کو چوتھی قسم بنانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ پہلی تین اقسام میں داخل ہے۔بغیر ضرورت کے کوئی تقسیم کرنا زیادتی کلام ہے جس کی وجہ یہاں موجود نہیں ہے۔بہر حال معاملہ آسان ہی ہے۔اگر کسی نے چوتھی قسم بنا بھی لی تو یہ ایک مترادف اصطلاح ہے جس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔''

لیکن اگر کوئی شخص توحیدِ حاکمیت کی اصطلاح کو ایسے مقاصد کے لیے استعمال کرتا ہے کہ اس سے کئی ایک مزید بدعتی افکار جنم لیتے ہوں یا توحید کا صحیح تصور مسخ ہو رہا ہو یا توحید کی اقسام کی مساوی اہمیت میں عدمِ توازن پیدا کیا جا رہا ہو یا دین کے کسی شعبے میں اس اصطلاح کے ذریعے غلو پیدا کیا جا رہا ہو تو ایسے حالات میں توحید کے صحیح تصور کی حفاظت کی خاطر بلاشبہ اس اصطلاح کے استعمال سے روکا جائے گا اور اس کو استعمال کرنے والوں پر بدعتی یا گمراہ کا فتوی لگانا جائز ہوگا جیسا کہ شیخ صالح العثیمینؒ ،علامہ البانیؒ اور شیخ صالح الفوزان وغیرہ کا موقف ہے۔سلفی علما کے دو مختلف موقفوں میں ہمیں تطبیق کی یہی صورت نظر آتی ہے۔واللہ اعلم

توحیدِ حاکمیت کی بنیاد پر مسلمان حکمرانوں کی تکفیر کے بارے میں سلفی علما کا موقف اور ان کے اَقوال کی تفصیل کسی مستقل مضمون میں پیش کی جائے گی۔اِن شاء اللہ

www.KitaboSunnat.com

یادِ رفتگاں

اِشفاق سجاد سلفی

ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری؛ جوارِ رحمت میں

صحافت وخطابت کے عظیم شہسوار، مایہ ناز مدبر وحکیم، ملتِ اسلامیہ ہند کے مخلص قائد اور بے باک وباعزم مردِ میداں، جامعہ سلفیہ بنارس کے رئیس، اُستاذ الاساتذہ علامہ ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری رحمہ اللہ ہزاروں سوگواروں کو چھوڑ کر اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون! ۳۰/اکتوبر ۲۰۰۹ء بروز جمعرات بوقت ۵ بجے صبح آپ کی وفات کی خبر سنتے ہی ہند و بیرونِ ہند میں شدید رنج وغم کی لہر دوڑ گئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی دینی وعلمی خدمات کو قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین!

ذیل میں آپ کی سوانح حیات اور کارہائے نمایاں کا ایک مختصر تذکرہ ہدیۂ قارئین کیا جارہا ہے۔ اِدارہ

آنکھیں ہیں آج اُن کے تصور میں اشک بار، جن کے وجود سے یہ فضا مشک بار تھی۔ ماہر اسماء الرجال، فقیہ ہند علامہ محمد رئیس ندوی رحمہ اللہ کی وفات اور جدائی کا غم ابھی ہلکا بھی نہ ہوا تھا کہ اُستاذِ محترم ادیبِ زماں، فخر جماعت، نازشِ سلفیت، مفکرِ ملت ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری (رئیس جامعہ سلفیہ بنارس) رحمہ اللہ اپنے ہزاروں روحانی بیٹوں، شاگردوں اور محبین ومعتقدین کو سوگوار چھوڑ کر عالم بقا کو کوچ کر گئے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون!

ان کے شاگردوں اور محبان میں سے کس کو کتنا غم ہوا ہوگا، اس کی پیمائش تو نہیں کی جاسکتی، البتہ ان کی وفات پر اخباروں میں جو خبریں شائع ہو رہی ہیں، ان سے اس بات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ فرد سے لے کر جماعت تک، شاگرد سے لے کر اساتذہ تک اور معاصرین سے لے کر معتقدین تک ہر ایک کو آپ کی وفات پر سنگین زیادہ غم لاحق ہوا ہے۔

موت اُس کی ہے کرے جس پہ زمانہ افسوس یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لئے

اُستاذِ محترم ازہری صاحب رحمہ اللہ کا تعلق علم وفن اور صنعت وحرفت کے معروف ومشہور شہر مئو ناتھ بھنجن سے تھا۔ آپ کی ولادت ۸/اگست ۱۹۳۹ء کو ہوئی۔ آپ کا خاندان شروع سے علم وفضل، زہد وورع اور خلوص وللّٰہیت میں مشہور ومعروف رہا ہے۔ آپ کے والد محترم

www.KitaboSunnat.com

جناب محمد یاسینؒ اہل علم کی خدمت کو اپنے لیے باعثِ سعادت سمجھتے تھے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ سرزمینِ مئو میں منعقدہ 'آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس' میں شرکت کے لئے مئو اسٹیشن اُترے تو ہاتھ سے کھینچے جانے والے ٹھیلے پر اُن کو بٹھا کر اُنہوں نے اور مولانا مختار احمد ندویؒ کے والد نے جلسہ گاہ تک پہنچایا تھا۔

آپ کی ابتدائی تعلیم جامعہ عالیہ عربیہ، مئو میں ہوئی۔ آپ نے خود لکھا ہے کہ ''جامعہ عالیہ عربیہ میرا مادرِ علمی ہے۔ میری تعلیمی زندگی کی بسم اللہ یہیں ہوئی ہے۔ قرآنِ کریم ناظرہ پڑھنے کے بعد میں نے حفظِ قرآن یہیں شروع کیا تھا، لیکن اس کا اختتام کہیں اور ہوا، پھر میں نے فارسی کا مقررہ نصاب اور عربی کے چار درجات اِسی ادارہ میں مکمل کئے۔

بلاد بها نيطت علي تمائمي
وأول أرض مس جلدي ترابها

(عالیہ جنتری ۱۰، ۲۰۰۹ء/۱۲)

جامعہ اثریہ دار الحدیث، مئو اور جامعہ اسلامیہ فیض عام، مئو میں بھی آپ نے تعلیم پائی، البتہ فراغت کی سند آپ نے جامعہ اسلامیہ فیض عام سے ۱۹۶۰ء میں حاصل کی۔ الٰہ آبادی (یوپی) بورڈ سے آپ نے مولوی، عالم اور فاضل کے امتحانات اچھے نمبروں سے پاس کئے۔

آپ ایک ذہین وفطین، لائق و ہونہار طالبِ علم تھے۔ علمی و ادبی ذوق سے بھی سرفراز تھے۔ یہی وجہ ہے کہ زمانۂ طالب علمی میں آپ اپنے اساتذہ کے محبوب ومنظورِ نظر رہے۔ جامعہ اسلامیہ فیض عام مئو سے فراغت کے بعد جامعہ کے ذمہ داروں نے آپ کی اعلیٰ علمی صلاحیتوں کو بھانپ کر آپ کو جامعہ کی تدریسی کونسل میں شامل کرلیا۔ دو سال تک آپ پوری محنت ولگن سے تدریسی فریضہ انجام دیتے رہے، لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ مقدر کر رکھا تھا کہ آپ آگے چل کر علوم وفنون، عربی زبان وادب، کتاب سنت، جماعت وجمعیت اور اقوام وملت کی گراں قدر خدمات انجام دینے والے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے مزید تعلیم حاصل کرنے کی راہ ہموار کردی۔ آپ اس زرّیں موقع

www.KitaboSunnat.com

سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ۱۹۶۳ء میں دنیا کی مشہور و معروف یونیورسٹی 'جامعہ ازہر' مصر کے تعلیمی وظیفہ پر قاہرہ چلے گئے اور وہاں اُصول الدین فیکلٹی میں داخلہ لے کر ماجستیر (ایم اے) کیا۔ جامعہ ازہر سے فراغت کے بعد قاہرہ ریڈیو کے شعبۂ اُردو میں دو سال تک مترجم اور اناؤنسر کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ ۱۹۶۷ء میں آپ ہندوستان واپس آ گئے، یہ وہ زمانہ تھا کہ جماعت اہل حدیث کے مخلص اکابر علماء کے ہاتھوں مرکزی دارالعلوم جامعہ سلفیہ، بنارس کی ابھی ابھی بنیاد رکھی گئی تھی، اور اس کے لئے لائق و فائق اساتذہ کی تلاش وجستجو جاری تھی۔ اس نوخیز ادارہ کے ذمہ داروں نے اس گوہر نایاب کو پہچان لیا اور آپ کی خدمات حاصل کرلیں۔ اب آپ جامعہ سلفیہ بنارس کی تعلیمی و تدریسی سرگرمیوں سے منسلک گئے۔

کچھ دنوں کے بعد جامعہ سلفیہ بنارس میں ملازمت اور تدریسی فریضہ انجام دینے کے ساتھ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے شعبۂ عربی میں ریسرچ کے لئے داخلہ لیا اور ۱۹۷۲ء میں ایم فل کیا، پھر ۱۹۷۵ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی مایہ ناز علمی و ادبی شخصیات سے کسبِ فیض کرنے کے بعد آپ نے اپنے آپ کو مکمل طور سے جامعہ سلفیہ بنارس کی تعلیمی، تدریسی، تصنیفی اور انتظامی ذمہ داریوں کے حوالہ کردیا۔ جب کہ ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرلینے کے بعد مختلف سرکاری و غیر سرکاری، ملکی و غیر ملکی اداروں میں اعلیٰ و اونچے مناصب کے لئے آپ کو دعوت دی جا رہی تھی، مگر آپ نے مادیت پرستی کی بجائے دین اور اس کی خدمت کو ترجیح دی۔

میدانِ دعوت و عمل اور تدریس و تربیت میں قدم رکھنے کے بعد ابھی کچھ ہی ایام گزرے تھے کہ آپ نے علمی، دینی اور ادبی حلقوں میں اپنی ایک خاص پہچان اور ممتاز شناخت بنا لی۔ آپ کی اعلیٰ علمی صلاحیتیں نکھر کر سامنے آنے لگیں اور آپ مقبولِ خاص و عام ہونے لگے:

يغوص البحر من طلب اللآلي
ويحظى بالسيادة و النوالي

۱۹۶۹ء کا سال سلفیانِ ہند کے لئے بڑا قابل فخر زمانہ گزرا ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے کہ اہل

www.KitaboSunnat.com

حدیثوں کا عربی نقیب و ترجمان ماہنامہ صوت الجامعة السلفية (موجودہ صوت الأمة) جاری ہوا۔ اس کے اجرا کے اوّل دن سے ہی آپ اس کے ایڈیٹر بنائے گئے۔ آپ کی اِدارت میں نکلنے والا یہ مجلّہ روز بروز ترقی کی منزلیں طے کرتا گیا اور کبھی بھی بند نہ ہوا۔ آپ نے ہر شمارہ میں خوب لکھا۔ آپ کی تحریروں کی ملک و بیرونِ ملک میں ایک خاص شناخت بن گئی۔ آپ نے فکری مضامین اور اداریے لکھے، مگر منہج سلف سے موئے سر کے برابر بھی انحراف گوارا نہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تحریروں کی بڑی شہرت ہوئی، علمی و ادبی حلقوں نے اُنہیں کافی سراہا اور دلچسپی سے پڑھا۔ آپ کی تحریروں میں چاشنی اور قاری و سامع کے احساسات و جذبات کو متاثر کرنے کا وصف نمایاں ہوتا۔ آپ کی ایک تحریر کی سرخی

زيارة أغضبت المتوهّمين و دولة أذلت المسالمين

جسے امریکہ سے واپسی پر آپ نے سپردِ قلم کیا تھا، کی حلاوت و شیرینی سے آج بھی زبانیں تر ہیں۔

تصنیف و تالیف اور دینی علوم کی اشاعت و تعمیم کے لئے آپ نے عربی زبان کے علاوہ اُردو زبان کو بھی منتخب کیا اور اُردو ادب میں بھی آپ نے اپنی شناخت قائم کی۔ اُردو ماہنامہ 'محدث' بنارس کو ہمیشہ آپ نے اپنی گراں قدر اُردو تحریروں سے مزین کیا۔ روزنامہ اُردو اخبار 'آوازِ ملک' بنارس میں برابر لکھا، نیز ملک کے بہت سارے مجلّات و جرائد میں آپ کے گراں قدر علمی و فکری مقالات و مضامین شائع ہوتے رہے۔

۱۹۸۷ء میں جامعہ سلفیہ بنارس کی مجلس عاملہ نے آپ کو 'وکیل الجامعہ' (ریکٹر) کا باوقار عہدہ تفویض کیا۔ اس وقت سے آپ نے وفات تک ملک و بیرونِ ملک میں جامعہ سلفیہ کی مکمل و کامیاب نمائندگی کی۔ اپنے علم و قلم سے جامعہ کا خوب خوب تعارف کرایا اور جامعہ کی تعمیر و ترقی کی راہ میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اس عہدہ پر رہتے ہوئے اُنہوں نے عرب ممالک کے اُمرا و حکما اور علما کے نام جو خطوط لکھے ہیں، ان کو کتابی شکل میں ترتیب دیا جائے تو کئی جلدوں میں علم و ادب کا بہترین ذخیرہ بن جائے گا۔ ۲/جولائی ۲۰۰۶ء کو آپ رئیس الجامعہ

www.KitaboSunnat.com

بنائے گئے۔ اس عہدے پر رہ کر جامعہ کے تعمیری وتعلیمی وانتظامی اُمور کو اس قدر خوش اسلوبی اور تندہی کے ساتھ انجام دیا کہ ۹/ اگست ۲۰۰۹ء کو مجلس منتظمہ نے دوبارہ آپ کو اس عہدہ پر پھر بحال رکھا۔

آپ نے ملک و بیرونِ ملک بین الاقوامی علمی مجلسوں، اجتماعات اور کانفرنسوں میں شرکت کی۔ ان میں پیش کئے گئے مقالات کی نقول آج بھی لوحِ قرطاس پر محفوظ ہیں، جنہیں ترتیب دے کر شائع کیا جائے تو علم وفن کی دنیا میں ایک عظیم اضافہ ہوگا۔

آپ کے علم وفن کی دنیا میں قدم رکھنے اور ملی و جماعتی خدمات کی ادائیگی کی راہ میں مصروفِ عمل ہونے کے بعد مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے پلیٹ فارم سے تین عالمی کانفرنسیں منعقد ہوئیں:

۱۴، ۱۵، ۱۶/ اپریل ۱۹۹۵ء کو مئو میں

۱۳، ۱۴، ۱۵/ مارچ ۲۰۰۴ء کو پاکوڑ میں

اور ۱۸، ۱۹/ اکتوبر ۲۰۰۸ء کو دہلی میں

ان تینوں کانفرنسوں میں جماعت و جمعیت اہل حدیث کے لوگوں نے مجلس استقبالیہ کی صدارت کی عظیم ذمہ داری آپ ہی کو سونپی۔ آپ نے ان کانفرنسوں کی کامیابی وکامرانی میں اہم رول ادا کیا اور اپنے بہترین خطباتِ استقبالیہ کے ذریعہ علماء وعوام دونوں طبقہ کے لوگوں کو جمعیت و جماعت سے جڑنے، عقیدۂ سلف پر گامزن رہنے اور کتاب وسنت کی تعلیمات کو عام کرنے کی دعوت دی۔ ان کے علاوہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے دیگر پروگراموں کو بھی آپ نے کامیاب کرنے میں اہم رول ادا کیا۔

جامعہ سلفیہ بنارس میں منعقد ہونے والی متعدد کانفرنسوں، اجتماعات، علمی سیمیناروں اور عرب مہمانوں کی تشریف آوری کے موقع پر منعقد استقبالیہ مجلسوں کے انتظام و انصرام میں آپ نے ہمیشہ گراں قدر کارنامہ انجام دیا۔ بنارس اَدیان وملل کا قدیم شہر ہے۔ وہاں غیر مسلموں کے پلیٹ فارم سے پروگرام منعقد ہوتے رہتے ہیں اور ہر دین ودھرم کے مفکرین

www.KitaboSunnat.com

و دانشوران کو اپنے اپنے مذہب و دھرم کی نمائندگی کی دعوت دی جاتی ہے۔ آپ نے ہمیشہ ان پروگراموں میں اسلام کے نمائندہ کی حیثیت سے شرکت کی اور مقالات پڑھے۔

عصری یونیورسٹیوں کی جانب سے بھی منعقد ہونے والے متعدد پروگراموں میں آپ کو دعوت ملتی رہتی اور آپ نے ان میں اپنی شرکت کو یقینی بنا کر جامعہ سلفیہ کی نمائندگی کے ساتھ ساتھ اہل علم وعوام کی دنیا کو اپنی آرا وتجاویز سے مستفید کیا۔

جامعہ سلفیہ، بنارس کی مسندِ تدریس پر آپ ابتدا سے تا وفات فائز رہے۔ آپ نے ہم لوگوں کو عربی اَدب، تاریخ ادبِ عربی اور تفسیر بیضاوی پڑھائی۔ آپ گونا گوں علمی، ملی وانتظامی اُمور کے ہجوم کو سنبھالنے کے باوجود ایک فرض شناس مدرّس کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ وقت پر کلاس میں موجود ہوجاتے اور گھنٹی کا پورا وقت افادہ وتدریس میں صرف کرتے۔ جب آپ کا بیرونِ ملک کا کوئی علمی و دعوتی سفر ہوتا تو قبل از سفر خارجی اوقات (بعد نمازِ مغرب) میں ان اسباق کو پڑھا دیتے جن کے دورانِ سفر چھوٹ جانے کا ان کو اندازہ ہوتا تاکہ طلبہ کا کسی بھی طور پر علمی نقصان نہ ہو۔ طلبہ کی کردار سازی اور ان کی ذہنی وفکری تربیت آپ کا محبوب مشغلہ ہوا کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ کاموں کے انبار ہونے کے باوجود ندوۃ الطلبۃ کے تحت منعقد ہونے والے ہفتہ واری تقریری پروگراموں کی آپ برابر صدارت کرتے اور توجیہات ونصائح مفیدہ سے طلبہ کو نوازتے تھے۔ آپ کے ہزاروں شاگردان ملک وبیرونِ ملک میں میدانِ دعوت وتصنیف، تالیف وترجمہ اور درس وتدریس کے اونچے مقام پر فائز ہیں اور بعض بڑے تعلیمی و دعوتی، تصنیفی وتالیفی اور رفاہی ادارے چلا رہے ہیں۔ ان سب کے پیچھے دیگر اساتذہ کے بشمول آپ کی توجیہات کا اثر کارفرما رہا ہے۔

تصنیف وتالیف، تعریب وترجمہ اور انشا پردازی ومضمون نگاری آپ کا خاص میدان تھا۔ اس میدان کو آپ نے تشنہ نہیں چھوڑا۔ عربی اور اُردو دونوں زبانوں میں آپ کی تین درجن سے زائد کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔ صوت الأمة (عربی مجلّہ) کے اداریے، ماہنامہ 'محدث' بنارس میں شائع شدہ مضامین اور ملک و بیرونِ ملک کے دیگر رسائل اور مجلّات میں شائع

www.KitaboSunnat.com

ہونے والے مقالات وانٹرویوز ان کے علاوہ ہیں۔ اہل حدیث مکتبہ 'الفہیم' مئو نے آپ کے جملہ مقالات ومضامین کو کتابی شکل میں شائع کرنے کی پیش کش کی تھی۔ آپ نے اس دعوت کو قبول بھی کرلیا تھا اور عربی واُردو کے مضامین کو ترتیب دینے کا سلسلہ شروع کردیا تھا، مگر شاید یہ کام آپ کی ذات سے لینا اللہ کو منظور نہ تھا کہ کام انجام پانے سے قبل ہی آپ کی وفات ہوگئی۔

آپ نے پوری زندگی جامعہ سلفیہ بنارس کے شعبۂ تالیف وترجمہ: إدارة البحوث الإسلامية کے ڈائریکٹر کا فریضہ انجام دیا۔ اس شعبہ سے شائع ہونے والی علمی وفکری، دعوتی وتحقیقی اور درسی ودعوتی کتابیں آپ کے عمدہ ذوق کی آئینہ دار ہیں۔ ان کتابوں میں 'عرضِ ناشر' کے عنوان سے شائع شدہ آپ کی عربی واُردو فکری تحریریں زبان واَدب اور علم وفن کی شاہکار ہیں۔ برصغیر ہند کے مختلف مکتبات بعض کتابوں میں آپ سے 'تاثرات' اور 'تقدیمات' لکھواتے تھے۔ ابھی مکتبہ الفہیم مئو سے علامہ محمد اسماعیل سلفیؒ (گوجرانوالہ) کی مایہ ناز کتاب 'تحریکِ آزادئ فکر اور شاہ ولی اللہؒ کی تجدیدی مساعی' چھپنے جارہی ہے۔ اس کتاب کا آپ نے گراں قدر مقدمہ پچپن صفحات پر مشتمل قلم بند فرمایا ہے۔ آپ جب دہلی اسپتال میں زیر علاج تھے تو آپ کی خواہش تھی کہ اگر یہ کتاب چھپ گئی ہو تو اس کا ایک نسخہ اسپتال پہنچایا جائے۔ کتاب کے نہ چھپنے کی وجہ سے آپ کی یہ خواہش پوری نہ کی جاسکی۔

عربی زبان واَدب پر آپ کے کامل عبور نے ۱۹۹۲ء میں آپ کو 'صدرِ جمہوریہ ایوارڈ' کا مستحق بنایا اور تاریخ ادبِ عربی (۵ جلدوں میں) عربی زبان وادب کی تاریخ پر ایک شاہکار تصنیف قرار دی گئی۔ آپ کے تراجم وتصانیف میں

رحمة للعالمين ﷺ ، قرة العينين في تفضيل الشيخين ، مسئلة حياة النبي ﷺ ، حركة الإنطلاق الفكري ، حقيقة الأدب و وظيفته في ضوء تصريحات الأدباء والنقاد ، مشكلة المسجد البابري ، الإسلام تشكيل جديد للحضارة ، خاتونِ اسلام، راہِ حق کے تقاضے، رسالت کے سائے میں، آپ بیتی،

www.KitaboSunnat.com

عظمتِ رفتہ وغیرہ کتابیں بے حد مشہور و متداول اور مقبولِ خاص و عام ہیں۔ آپ کی خواہش تھی کہ فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی تلخیص اردو زبان میں 'معارفِ ابن تیمیہ' کے نام سے اور تحریکِ شہیدین کے جہود و مساعی کو سلفی نقطہ نظر سے عربی زبان میں ہدیۂ قارئین کریں مگر آپ کی یہ خواہش پوری نہ ہوسکی کہ وقتِ موعود آ گیا۔

ہندوستان کے دینی و تعلیمی اداروں سے آپ کے تعلقات بڑے گہرے تھے۔ جامعہ امام ابن تیمیہ، مدینۃ السلام، بہار جو سرزمینِ ہند کا ایک عظیم ادارہ ہے۔ اس کو دیکھنے اور اس کے اساتذہ وطلبہ اور معلّمات و طالبات سے ملنے، ان کو کچھ کہنے اور سننے کی شدید خواہش آپ کے اندر موجزن تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس خواہش کی تکمیل بھی فرمائی اور جامعہ امام ابن تیمیہؒ کے اعلیٰ تعلیمی ادارے المعهد العالي للتخصص في التدريس والتربية کے افتتاحی پروگرام میں آپ بحیثیتِ مہمانِ خصوصی مدعو کئے گئے۔ یہ پروگرام ۳۱؍جنوری ۲۰۰۹ء کو منعقد ہوا تھا اور آپ کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر محمد لقمان سلفی (مؤسس ورئیس جامعہ امام ابن تیمیہ) اور شیخ حفیظ الرحمٰن اعظمی (اُستاذ جامعہ دارالسلام، عمر آباد) کے مبارک ہاتھوں سے المعهد العالي للتخصص في التدريس والتربية کا افتتاح عمل میں آیا تھا۔ اس علمی وفکری ادارہ کو آپ جیسے تجربہ کار اور ماہرینِ فن اہل علم کے اِشراف ونگرانی کی ضرورت تھی۔ آپ سے یہ درخواست کی گئی تو آپ نے پورے شرحِ صدر کے ساتھ نہ صرف اس کو قبول کیا، بلکہ اپنے مفید مشوروں سے بھی نوازا۔

آپ نے اس موقع پر علامہ ڈاکٹر محمد لقمان سلفی حفظہ اللہ کی خدمات و مساعی کو خوب سراہا۔ اس علم وفن کی بستی کو دیکھ کر بڑی مسرت وشادمانی کا اظہار کیا اور نیک دعائیں دیں۔ یہاں کی جملہ نشاطات وسرگرمیوں کا معائنہ کرنے اور ان کے پیچھے علامہ ڈاکٹر محمد لقمان السّلفی حفظہ اللہ کی کارفرما محنتوں اور کاوشوں سے متاثر ہوکر جامعہ کے حق میں آپ نے دوصفحات پر مشتمل جو تاثرات عربی میں تحریر کئے، وہ اس ادارہ کے تئیں آپ کے نیک جذبات کے آئینہ دار ہیں۔

آپ نے لکھا کہ

''۳۱؍ جنوری ۲۰۰۹ء کو جامعہ امام ابن تیمیہ، مدینۃ السلام میں المعهد العالي

www.KitaboSunnat.com

للتخصص في التدريس والتربية کی تقریب افتتاح کی مناسبت سے جامعہ کے مؤسس و رئیس عزت مآب ڈاکٹر محمد لقمان سلفی حفظہ اللہ کی دعوت پر راقم الحروف کو اس کی زیارت کا موقع ملا۔ میں محترم ڈاکٹر صاحب کا بے حد شکر گزار ہوں کہ اُنہوں نے مجھے جامعہ کی زیارت کی دعوت دی۔ اس زیارت نے میری ان خواہشات اور آرزوؤں کو عملی جامہ پہنا دیا جو میرے دل میں اس وقت سے موجزن تھیں جب میں نے بغیر دیکھے ہی جامعہ کے بارے میں لکھا تھا۔ لیکن آج جب کہ میں نے اپنی آنکھوں سے جامعہ کے کامیاب تعلیمی منصوبوں اور یہاں کے اساتذہ ومعلّمات، طلبہ وطالبات کی سرگرمیوں کا نظارہ کیا تو مجھے ایک عجیب سی سرخوشی کا احساس ہوا، اوراس مردِ مجاہد کی ہمت کی داد دینی پڑی جس نے نہ صرف اپنی زندگی جامعہ کے لئے وقف کررکھی ہے، بلکہ اس کی تعمیر وتوسیع، اساتذہ کی ہمت افزائی اورطلبہ کی رہنمائی میں اپنا سب کچھ قربان کردیا ہے۔

جامعہ امام ابن تیمیہؒ میری نظر میں ایک عظیم علمی و دعوتی تحریک ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بابرکت تہذیبی مشن ہے جو نہ صرف صوبہ بہار کی تعلیمی وتربیتی ضرورتوں کو پورا کررہا ہے، بلکہ اس کی روشنی پورے اُفقِ ہند پر پھیلتی جارہی ہے۔ میں اس جامعہ کے مؤسس و رئیس ڈاکٹر محمد لقمان سلفی حفظہ اللہ کو بے تکلف اور پُرخلوص مبارکباد پیش کرتا ہوں، جنہوں نے یہ عظیم علمی قلعہ قائم کیا۔ فرزندانِ ملت کو صحیح علم وعقیدہ کے حصول کے لئے یہ خوبصورت فضا عطا کی اور باحثین ودعاۃ کو علم اور دین کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے پر اُبھارا۔ کسی شاعر کا یہ شعر ان پر بجا طور پر صادق آتا ہے:

فانت منـــار المكرمات و ربها
وأعظم ساع للمعالي و راغب

آپ کا ہمارے علاقہ جھارکھنڈ سے بہت گہرا تعلق تھا۔ علاقہ چھوٹا ناگپور (سنتھال پرگنہ) کے ضلع جام تاڑا کی معروف اہل حدیث بستی 'ٹوپاٹانڑ' میں آپ زمانۂ طالب علمی میں سات سالوں تک تراویح کی نماز پڑھانے کے ساتھ ساتھ درس قرآن وحدیث اور خطبہ جمعہ دیا کرتے تھے۔ آپ کے ساتھ رہنے والے اور دوستانہ تعلقات رکھنے والے لوگوں کا بیان ہے کہ آپ خالی اوقات کو گپ شپ کے بجائے مدرسہ دارالفلاح ٹوپاٹانڑ کی لائبریری میں موجودہ

www.KitaboSunnat.com

کتابوں کے مطالعہ میں منہمک رہتے تھے اور دورانِ مطالعہ اہمیت کی حامل چیزوں کو اپنی ڈائری میں نوٹ کرلیا کرتے تھے۔ مذکورہ بستی سے آپ کی اس قدر محبت تھی کہ تاوفات آپ نے اس کو نہیں بھلایا۔ اس بستی کے بعض غریب بھائیوں کی آپ نے مالی اعانت بھی کی۔

۲۰۰۰ء میں آپ نے اُستاذ محترم شیخ احمد مجتبیٰ مدنی حفظہ اللہ کی رفاقت میں اس بستی کی زیارت کی۔ پرانے دوستوں اور اٹھنے بیٹھنے والوں سے ملاقات کی اور ان کے مسائل کو سنا۔ آپ نے مکمل ایک ہفتہ قیام کیا اور کلیۃ التربیۃ السلفیۃ مدھوپور، جامعہ رحمانیہ مدھوپور، مدرسہ فیض عام چھاتا پتھر، جامعہ محمدیہ ڈابھا کیند اور مدرسہ دارالفلاح، عابدنگر ٹرمنڈا اور ٹوپاٹانڑ کی زیارت فرمائی۔ ہر ایک ادارہ کے لئے آپ نے تاثرات لکھے اور اساتذہ و منتظمین کو نیک مشورے دیئے۔ جامعہ محمدیہ ڈابھا کیند کے صحن میں ایک عام جلسہ کا انعقاد کرا کے علاقے کے لوگوں کو عام خطاب بھی فرمایا۔ عیدگاہ جامع مسجد اہل حدیث پتھر چیٹی مدھوپور میں جمعہ کا خطبہ دیا اور نماز پڑھائی۔ جامعہ رحمانیہ مدھوپور اور کلیۃ التربیۃ میں طلبا وطالبات کو قیمتی نصیحتیں فرمائیں۔ جب آپ اس سفر سے واپس ہونے لگے تو لوگوں سے کتاب وسنت پر قائم رہنے، ملی وجماعتی خدمات انجام دینے اور تعلیم وتربیت کو ہمیشہ زندہ رکھنے کا وعدہ لیا۔

علم ودعوت کا یہ عظیم سپوت اچانک ہمیں داغِ مفارقت دے گیا۔ وفات سے ایک ہفتہ قبل آپ کو کمر سے لے کر قدموں تک شدید درد کا احساس ہوا۔ آپ دہلی کے ایک بڑے اسپتال میں داخل کئے گئے۔ ماہرترین ڈاکٹروں کے علاج کے باوجود آپ کی بیماری بڑھتی گئی۔ شاید آپ کی وفات کا وقت اور ربّ کا بلاوا آچکا تھا۔ ۲۹/ اکتوبر ۲۰۰۹ء بروز جمعرات بوقت ۵/ بجے شام ڈاکٹروں نے جواب دے دیا، اور صاف بتا دیا کہ اب آپ صرف پانچ چھ گھنٹے تک ہی باحیات رہ سکیں گے۔ آپ کے چھوٹے صاحبزادے ڈاکٹر فوزان احمد (پروفیسر شعبہ عربی جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی) اور دیگر رشتہ دار آپ کے ساتھ تھے۔ سب لوگوں نے آپ کو جلد از جلد وطن عزیز مئو پہنچانا مناسب سمجھا۔ آپ بذریعہ ایمبولینس گھر لائے جارہے تھے کہ کانپور میں ۵/ بجے صبح بتاریخ ۳۰/ اکتوبر ۲۰۰۹ء بروز جمعہ ستر سال، دو مہینہ بائیس دن کی عمر پاکر وفات کر گئے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون!

www.KitaboSunnat.com

آپ کی وفات کی خبر آپ کے شاگردوں، جماعتی وغیر جماعتی اَفراد واشخاص اور مدارس وجامعات کے اساتذہ وطلبہ نے جہاں کہیں بھی سنی، وہیں سے مئو کے لئے روانہ ہو گئے۔ بنارس، مبارکپور، اعظم گڑھ، اور ضلع سدھارتھ نگر، بستی، گونڈہ، سنت کبیر نگر اور نیپال سے دس سے زائد بسیں ریزرو کرا کے لوگ آپ کے جنازہ میں پہنچے۔ آپ کے جنازہ میں شرکت کرنے والے لوگوں کی تعداد ایک لاکھ سے بھی زیادہ تھی۔ جنازہ کی نماز، بعد نمازِ مغرب چھ بجے شام ادا کی گئی۔ نماز جنازہ جامعہ سلفیہ بنارس کے نائب صدر مولانا شاہد جنید سلفی بنارسی حفظہ اللہ نے پڑھائی اور آپ اپنے آبائی قبرستان میں دفن کئے گئے۔ دفن کے بعد بھی قبر پر متعدد بار نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔ ع

عشق تھا دل میں تر جذبات سے
اس لیے ہم بار بار آیا کئے

آپ کے جنازہ اور تدفین میں جامعہ امام ابن تیمیہ کے پانچ اساتذہ شیخ عبدالعلیم مدنی، شیخ محمد ایوب سلفی، شیخ محمد جہانگیر سلفی، شیخ مشتاق احمد سلفی، اور راقم حروف (اشفاق سجاد سلفی) نے شرکت کی اور اپنے مؤقر ومحترم اُستاذ کو پرنم آنکھوں سے سپردِ خاک کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے۔ آپ کے جملہ حسنات کو قبول کرے، جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کے اہل وعیال، پس ماندگان اور اَحباب وتلامذہ کو صبر کی توفیق بخشے۔ آمین!

(بہ شکریہ ماہنامہ 'طوبیٰ' دہلی)

مرحوم کا ایک تذکرہ مولانا محمد اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ نے 'دبستانِ حدیث' کے دوسرے حصے 'گلستانِ حدیث' میں اس وقت لکھا تھا جب ڈاکٹر موصوف ابھی بقیدِ حیات تھے۔ 'گلستانِ حدیث' عنقریب زیورِ طبع سے آراستہ ہو رہی ہے۔ اس کتاب سے یہ تذکرہ مؤقر ہفت روزہ 'الاعتصام' کے شمارہ بابت ۱۹/نومبر ۲۰۰۹ء میں چھ صفحات پر شائع کیا گیا ہے۔ مزید معلومات کے لئے اس مضمون کا مطالعہ کریں۔ ادارہ

www.KitaboSunnat.com

یادِ رفتگاں

پروفیسر ڈاکٹر قاری محمد طاہر

عبد الجبار شاکر

کتاب شناس و کتاب دوست

لیجئے نوشتہ تقدیر پھر غالب آیا۔ ایک کتاب شناس اور کتاب دوست دنیا سے رخصت ہوا۔ وہی جس کا نام 'عبدالجبار شاکر' تھا۔ جو واقعی جبار کا بندہ اور جبار کی مشیت پر شاکر رہنے والا اور رضیتُ باللہ ربًّا و بالإسلام دینًا کا آئینہ دار تھا۔ اسم با مسمّٰی ..... اس کی صفت شاکر تھی۔ آج کون ہے جس کی زبان پر مالی عسرت کا گلہ اور مہنگائی کی بات نہ ہو لیکن عبدالجبار شاکر کے شناسا سب شاہد ہیں کہ اس کے لب اس بارے میں گنگ تھے۔ کبھی مالی شکوہ شکایت کی بات نہ کی، اگر کسی نے خود بات کی تو طرح دے گئے۔

میں نے ان کی جوانی بھی دیکھی اور بڑھاپا بھی۔ لیکن دونوں حالتوں میں ان کو جوان نہیں بلکہ نوجوان پایا۔ اس لیے میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ وہ جوانی ہی میں چلے گئے۔ بالوں کی سفیدی بڑھاپے کی علامت ہے لیکن ضروری نہیں کہ بال سفید ہو جائیں تو بڑھاپا آ ہی جائے۔ اُنہوں نے خود کو کبھی بوڑھا نہ سمجھا، نہ ہی دیکھنے والوں نے ان کو بوڑھا پایا۔ مقصد کی لگن، ہدف کا حصول ان کی زندگی کا اُصول تھا:

تو اسے پیمانۂ امروز وفردا سے نہ ناپ جاوداں پیہم رواں ہر دم جواں ہے زندگی

میرا وہ دوست تھا، آج کا نہیں تقریباً نصف صدی قبل کا۔ شناسائی ۱۹۶۷ء میں ہوئی، جب میں نے اورینٹل کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ ہمیں قیام کے لیے وولنر ہاسٹل کا ایک ہی کمرہ الاٹ ہوا۔ ہم دونوں اورینٹل کالج کے طالب علم تھے لیکن وہ اُردو میں تھا، میں عربی میں۔ پہلی ملاقات میں دل نے کہا: کٹھ ملاّ ہے، اتنی لمبی داڑھی، لیکن اس نے جس اپنائیت سے گفتگو کی، دل نے خیال جھٹک دیا۔ فکری ہم آہنگی نے فاصلے اور بھی کم کر دیئے۔ اس کے بعد

www.KitaboSunnat.com

قربتیں بڑھتی ہی رہیں اور من تو شدم تو من شدی کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ حتیٰ کہ اس کا وقت اَجل آن پہنچا۔

ان کو کتابوں سے محبت نہیں تھی بلکہ عشق تھا اور اس عشق نے جنون کی صورت اختیار کر لی تھی۔ ایسا جنون جس میں انسان پتھر کھا کر بھی لذت لیتا ہے اور اگر کوئی پتھر نہ مارے تو بدمزہ ہوتا ہے:

میرے جنوں کا تیرے شہر میں گزارا نہیں مجھے تو ایک بھی پتھر کسی نے مارا نہیں

کتابوں کا جنوں اُنہیں اس وادی میں لے گیا جہاں ہر طرف سے پتھر ہی برستے ہیں۔ اس کے دوست بھی کہتے: شاکر اتنی کتابیں کیا کرو گے، پاگل ہو گئے ہو۔ اس بات کے جواب میں ان کے پاس بس ایک زوردار قہقہہ ہوتا تھا۔ جسے سنتے ہی مخاطب کی پیشانی عرق آلود ہوتی اور زبان خاموش ہو جاتی۔

ان کے ایک مداح نے کتاب لکھی، جس میں ان کے بارے میں کچھ چبھتی باتیں لکھیں۔ شاکر نے گلہ تو کیا جواب دینا بھی پسند نہ کیا۔ وہ راضی برضاے الٰہی رہا کرتا۔ بس ایک ہی شوق تھا، اچھی سے اچھی کتاب ذاتی کتب خانہ کی زینت بنے۔ اس ذوق کی تسکین کے لیے مالی وسائل پانی کی طرح بہانے سے بھی دریغ نہ کرتا۔

.....☆.....

کتابوں کا شوق ان کو زمانۂ طالب علمی ہی سے پیدا ہو چکا تھا۔ گھر سے پیسے تو ان کو بھی ہماری طرح تھوڑے ہی ملتے تھے لیکن وہ اپنے بیشتر پیسے کتابوں کے خریدنے پر خرچ کرتے تھے۔ اَنارکلی چوک میں فٹ پاتھ پر رکھی کتابیں ان کی منتظر رہتی تھیں۔ کتاب کے معاملے میں ان کی نگاہیں ہمیشہ عقابی ہوتیں۔ بازار چلتے ہوئے بھی ان کی نگاہ فٹ پاتھ پر بکھری کتابوں پر ہوتی تھی اور چلتے چلتے ایک دم کسی طرف لپکتے۔ پتہ چلتا کہ کتاب پر نظر پڑ گئی۔ بس خرید لائے اور ایسی خوشی کا اظہار کرتے کہ اس خوشی کے اظہار کا صحیح بیان ممکن نہیں۔

ان کی کتابوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا رہتا تھا۔ ہر ملنے والے کو اپنی کتابوں کی تعداد سے مطلع کرتے اور ایسے خوش ہوتے جس طرح بچہ کھلونا لے کر خوش ہوتا ہے۔ فارسی کا مقولہ ہے: کسبِ کمال کن عزیز جہاں شوی۔

www.KitaboSunnat.com

عبدالجبار شاکر ابھی سرکاری ملازمت سے ریٹائر نہ ہوئے تھے کہ اُنہیں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی سے ایک خط موصول ہوا کہ آپ ریٹائرمنٹ کے بعد بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد تشریف لے آئیں اور یہاں اپنی صلاحیتوں سے یونیورسٹی میں رنگ بھریں۔ اس خط کا تذکرہ عبدالجبار شاکر مرحوم نے سب سے پہلے مجھ سے کیا اور فرمانے لگے: میں بھائی سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔ وہ ہمیشہ مجھے طالب علمی زمانہ سے تعلق کے پیش نظر طاہر بھائی کہہ کر ہی مخاطب کرتے تھے۔ میں نے عرض کیا: بظاہر تو اس میں کوئی امر مانع نہیں ہونا چاہئے۔ آپ اپنے گھریلو حالات دیکھ کر قبولیت کا فیصلہ کرلیں۔ فرمانے لگے: میرے ہمراہ گھر چلیں، وہاں مزید مشورہ کرتے ہیں۔ میں نے حامی بھر لی اور ہم ان کے گھر چلے گئے۔ یہ گھر ملتان روڈ پر منصورہ کے بالمقابل واقع ہے۔

ان کے کتابی ذہن کا تو میں ہاسٹل کے مشترکہ قیام کے زمانہ ہی سے قائل تھا لیکن ان کے گھر آ کر اس حوالہ سے مزید اضافہ ہوا۔ یہ گھر تقریباً چودہ مرلہ جگہ پر محیط ہے جو تین چار منزلہ ہے۔ اور ہر منزل پر چاروں طرف الماریاں ہیں جن میں کتابیں بلکہ کتابیں ہی کتابیں رکھی ہیں۔ دیواروں کے درمیان فرش پر بھی الماریاں قطاروں میں کھڑی تھیں۔ ان الماریوں میں بھی کتابیں ہی تھیں۔ اُنہوں نے اپنے ذوق کے مطابق ترتیب کچھ اس طرح قائم کی کہ اوپر کی منزل ساری قرآن، تفاسیر اور متعلقاتِ قرآن کتابوں کے لیے۔ دوسری منزل حدیث اور متعلقاتِ حدیث کی کتب کے لیے، تیسری منزل میں فقہی کتب اور چوتھی منزل ادبی کتابوں کے لیے مخصوص تھی۔ وہ مجھے چاروں منزلوں میں لے گئے اور بڑی محبت سے اپنی کتب دکھاتے رہے۔ خوش ہوتے رہے اور خوش کرتے رہے۔

میں نے پوچھا: رہائش کس منزل میں ہے؟ فرمایا: ان چاروں منزلوں ہی میں ہے۔ کام کرتے کرتے جہاں نیند آجاتی ہے، سو جاتا ہوں۔ میں نے بیڈ روم، ڈرائنگ روم، گیسٹ روم وغیرہ کے جھنجھٹ نہیں پالے۔ میں نے پوچھا، اہل خانہ کہاں ہیں؟ فرمایا، شیخوپورہ میں ہیں۔ میں نے پوچھا: کب واپس آئیں گے؟ بولے: وہ تو مستقل وہیں رہتے ہیں۔ کیونکہ میں مکان اور مکین شفٹ کرنے کا قائل نہیں ہوں، اس میں بڑی اُلجھن ہوتی ہے۔ میں بیوی بچوں کو

www.KitaboSunnat.com

لاہور لایا ہی نہیں۔ وہ تو آبائی گھر ہی میں رہتے ہیں۔ میں نے بے تکلفی سے کہا: بھلے آدمی لوگ گھر اہل خانہ کے لیے تعمیر کرتے ہیں، تم نے اگر اہل خانہ کو شیخوپورہ ہی میں چھوڑنا تھا تو گھر کس کے لیے تعمیر کیا۔ وہ فرمانے لگے: میں نے گھر کتابوں کے لیے تعمیر کیا ہے۔

ایک سادہ سا پلنگ، اس پر چادر بچھی تھی، اس پر مجھے لیٹنے اور آرام کرنے کا حکم دیا۔ میں تعمیل حکم میں لیٹ گیا۔ عبدالجبار شاکر خود ایک مصلیٰ بچھا کر فرش پر لیٹے۔ کچھ باتیں ہوتی رہیں، کچھ زمانۂ طالب علمی کے وقت ہوسٹل میں مقیم ساتھیوں کا تذکرہ آیا، کچھ سیاستِ دوراں کی باتیں بھی ہوئیں۔ لیکن ہر بات کی تان کسی نہ کسی حوالے سے کتاب اور مطالعہ کتاب، یا کسی کتاب پر گفتگو سے شروع ہوئی اور اسی موضوع پر ختم ہوئی۔

انہی باتوں کے دوران انہوں نے ایک دلچسپ قصہ بھی سنایا۔ کہنے لگے: شیخوپورہ میں کسی وجہ سے مکان تبدیل کرنا تھا۔ میں نے اپنی ساری کتب کو گتے کے ڈبوں میں پیک کیا اور رسیوں سے باندھا۔ ایک ریڑھی والے کو بلایا، اس سے پیسے طے کئے۔ ریڑھی والے نے سامان منتقل کرنا شروع کیا۔ وہ دو تین چکر لگا چکا، ہر چکر میں کتابوں کے بنڈل، وہ کتب سے بھرے ہوئے گتے کے بنڈل اٹھاتا رہا۔ چوتھے چکر میں حیرت سے پوچھنے لگا، مولانا! آپ کے گھر میں کچھ گھریلو سامان، کوئی برتن وغیرہ بھی ہے یا آپ نے ساری ردّی ہی جمع کر رکھی ہے۔ اس واقعہ سے ہم دونوں نے خوب لذت لی۔

جواب آں غزل کے طور پر میں نے بھی اپنا واقعہ بتایا۔ ہمارے گھر ایک بوڑھی خاتون عرصہ سے کام کرتی تھیں۔ بہت خاموش طبع، کسی محلے دار نے اس خاتون سے ایک روز پوچھا، یہ قاری صاحب کیا کرتے ہیں۔ بولی: میں تو گھر میں کام کرتی ہوں۔ میری عادت نہیں کہ میں کسی کے گھریلو معاملات میں دخل دوں۔ یہ اچھی بات نہیں، میں تو خاموشی سے آتی ہوں، کام کرتی ہوں، چلی جاتی ہوں۔ لیکن میرا اندازہ ہے کہ ان کا ردّی کا کاروبار ہے۔ ایک پورا کمرہ ردی سے بھرا پڑا ہے۔ اُنہوں نے واقعہ سنا اور لذت لیتے رہے۔

ایک مرتبہ میں نے ان سے کہا: شاکر! تمہاری بیوی تو تم سے بہت نالاں رہتی ہو گی۔ سارے پیسے کتابوں پر ہی خرچ کر دیتے ہو۔ بولے، طاہر بھائی! شاید تمہاری بات درست ہو

www.KitaboSunnat.com

لیکن میں شاکر ہوں تو میری بیوی مجھ سے زیادہ شاکرہ ہے، کتابوں کی قدردان ہے۔ اس نے میرے ذوق کی تسکین کے لیے اپنا زیور بیچ کر رقم میرے ہاتھ میں دی اور کہا: اپنی مرضی کی کتب خرید لیں اور لائبریری کی زینت بنا دیں، مجھے خوشی ہوگی۔

وہ ایک مرتبہ مجھے ملنے فیصل آباد آئے۔ میں نے خوشی کا اظہار کیا، بٹھایا، باتیں ہوئیں۔ باتوں کے ساتھ ساتھ الماری میں رکھی کتابوں کو دیکھتے رہے بلکہ کتابوں کو کھولتے رہے۔ ان سے کھیلتے رہے۔ کھیلنے کا لفظ محض مترادفات یا لفظی تصنع کے لیے نہیں، اظہارِ حقیقت کے طور پر ہے۔ کتاب دیکھتے ہی پہلے ان کا چہرہ کھلتا ہے۔ پھر وہ کتاب کھولتے اور پھر اس سے کھیلتے تھے۔ کھیلنے کا لفظ یہاں بھی لفظی تصنع نہیں بلکہ کتاب کو دیکھ کر ان کی ظاہری کیفیت اور چہرہ پر پھیلتی بشاشت کے حوالے سے ہے۔ ان کے چہرے پر بکھرتی خوشی بالکل ایسی ہی ہوتی جس طرح بچے ہر نئے کھلونے کو دیکھ کر خوشی محسوس کرتے ہیں۔ رخصت ہونے لگے تو فرمائش کی کہ اس ذخیرہ کتاب سے بس ایک اپنی پسند کی کتاب کا ہدیہ چاہتا ہوں۔ اس سوال میں اتنی اپنائیت تھی کہ میں انکار نہ کرسکا۔ اگلے روز اس واقعہ کا ذکر ایک مشترک دوست سے کیا۔ کہنے لگے: عبدالجبار شاکر کی سب سے بڑی کمزوری کتاب ہے۔ کتاب دیکھ کر مچل جاتا ہے۔ اس معاملہ میں ضد کی حد تک حریص ہے، لیے بغیر نہیں چھوڑتا۔

'بیت الحکمت' کے نام سے ان کی قائم کردہ لائبریری ان کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔ ان کی زندگی میں بھی تحقیقی کام کرنے والے طلباء و اساتذہ یہاں سے علمی فیض حاصل کیا کرتے تھے۔ کتابوں کے سمندر میں غواصی کرکے علمی موتی تلاش کرتے اور اپنی تحقیق کے ذریعے ایم اے اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کیا کرتے تھے۔ بلکہ بڑے بڑے قلمکار، کالم نگار بجا طور پر یہ کہتے کہ جو کتاب کہیں سے نہ ملے وہ عبدالجبار شاکر کے بیت الحکمت سے ضرور مل جاتی ہے۔

☆

عبدالجبار شاکر شعور و بلوغ کے آغاز ہی سے تحریکی ذہن کے حامل تھے۔ غالباً یہ ذہن اُنہیں ورثہ میں ملا تھا، جس کی آبیاری پاکستان میں موجود مختلف دینی تحریکات نے کی۔ زمانہ طالب علمی میں وہ جماعتِ اسلامی کے امیر سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی فکر سے متاثر تھے، بلکہ

www.KitaboSunnat.com

خاصے متاثر تھے۔ اگرچہ وہ باقاعدہ اس تحریک کا حصہ تو نہ بنے لیکن فکری اعتبار سے وہ فکرِ مودودی کے بہت بہت قریب تھے۔ نجی گفتگو میں مولانا مودودیؒ کا حوالہ دیتے، جس میں عقیدت مندی غالب ہوتی تھی اور مولانا کی کتب بھی جمع کرتے تھے اور دوسروں کو پڑھنے کی ترغیب بھی دیا کرتے تھے۔

یہ تحریکی ذہن ہی کا نتیجہ تھا کہ وہ تاریخ میں گزری ان شخصیات سے خاصے متاثر تھے جن کا حوالہ تبلیغی اور تحریکی رہا ہے۔ مثلاً سید جمال الدین افغانی، حسن البنا، سید قطب، شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالقادر وغیرہ۔ یہی وجہ ہے کہ شادی کے بعد جو اَثمار ہائے لذیذہ اولاد کی شکل میں اللہ نے اُنہیں عطا فرمائے ان کے نام بھی اُنہوں نے انہی عظیم شخصیات کے نام پر ہی رکھے۔ بڑے بیٹے کا نام جمال الدین افغانی، چھوٹے کا نام رفیع الدین۔ جب کوئی ان سے بیٹوں کے نام پوچھتا تو بڑی محبت سے نسبت کا اظہار کرتے ہوئے بتایا کرتے تھے۔ ان بڑی شخصیات کا نام بتاتے ہوئے ان کے چہرہ پر ایک محبت وعقیدت کی کیفیت کے آثار نمایاں ہوا کرتے تھے۔

وہ محرک اور متحرک زندگی کے قائل تھے۔ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھنا ان کے لیے پاپ سے کم نہ تھا۔ سست روی ان کا مذہب نہ تھی۔ کچھ نہ کچھ کرنا، کرتے رہنا اور دوسروں کو کچھ نہ کچھ کرنے کی ترغیب دینا، زندگی بھر معمول رہا۔ تیز چلتے، دوسروں کو تیز روی اختیار کرنے کی ترغیب دیتے۔ ایسے افراد کا شمار شاید مشکل ہو جو ان کی تحریک سے قلمکار بنے اور نام کمایا، زندگی کی یہی روش اُنہوں نے اپنی اولاد میں بھی منتقل کی۔ آپ کو اِنہی لوگوں سے پیار تھا جو تاریخ میں متحرک رہے اور متحرک زندگی گزار کر رخصت ہوئے۔

شگفتگی ان کی طبیعت کا حصہ تھی۔ جس سے ملتے مسکراتے ملتے۔ دیکھتے ہی کھل جاتے اور کھل کر باتیں کرتے۔ خود بھی مسکراتے، دوسرے کو بھی کسی نہ کسی حوالہ سے مسکرانے پر مجبور کرتے۔ مخاطب خواہ کتنا ہی سنجیدہ مزاج ہو، ایسی بات کرتے کہ سننے والے کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل جاتی۔ ان کا یہ عمل رسالت مآب ﷺ کے فرمان کی تعمیل میں ہوتا تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''دوسرے سے مسکراتے چہرہ سے ملنا بھی نیکی ہے۔'' (ترمذی:۱۹۷۰)

www.KitaboSunnat.com

وہ پیدائشی اہل حدیث تھے: پوری لمبی داڑھی، ٹخنوں سے اونچی شلوار پہنتے۔ کبھی ننگے سر نہ رہتے۔ زمانۂ طالب علمی میں بھی شلوار ٹخنوں سے اوپر رہی۔ سر کا حلق کروایا اور چہرہ کو داڑھی سے مزین کیا۔

ستر کی دہائی میں کالجوں یونیورسٹیوں میں انگریزی لباس کا چلن تھا۔ مشرقی لباس پہننے والے کو دیگر طلبا اچھوت سمجھتے یا وہ خود ہی کو اچھوت خیال کرتے۔ عبدالجبار شاکر کو ہم نے ہمیشہ مشرقی لباس ہی میں دیکھا۔ وہ میرے روم میٹ تھے۔ ایک برس ہم ایک ہی کمرے میں رہے۔ اُنہوں نے کبھی پتلون نہ پہنی لیکن اس کے باوجود مجھے پتلون پہنے دیکھتے تو ناصحانہ انداز میں مسکراتے۔ ہمیشہ تعریف کی، یہ حکمت سے بھرپور مبلّغانہ طریقہ تھا جس میں ﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ﴾ (النحل:۱۲۵) کا پہلو کارفرما تھا۔ اپنے لباس اور اپنی ظاہری ہیئت پر میں نے ان کو کبھی احساسِ کمتری کا شکار نہ پایا۔

اہل حدیث ہونے کے ناتے وہ جہر اور رفع یدین کے قائل تھے۔ صرف نماز ہی میں نہیں بلکہ سٹیج پر تقریر کے دوران بھی خوب جہر سے کام لیتے اور رفع یدین بھی کرتے تھے۔ یہ عادت باہم گفتگو میں بھی غالب رہتی۔ ان کی اس عادت کی وجہ سے مخالف بہت جلد قائل ہوجاتا۔ پکے وہابی تھے، البتہ مزاج میں سختی اور کھردرے پن کا نام نہ تھا۔

دوستوں کے ساتھ انتہائی شفیق، محبت کا مورد، سخت سے سخت بات بھی اس انداز میں کہہ گزرتے جیسے شوگر کوٹڈ گولی۔ مخاطب کو احساس ہی نہ ہوتا، لیکن اہل حدیث مسلک پر پختہ کار ہونے کے باوجود دوسروں کی بات توجہ سے سنتے۔ اپنی سے ہٹتے نہ تھے لیکن ہر ایک کی سنتے۔ اچھی مانتے، غلط کا دلیل سے توڑ لانے کی کوشش کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے تعلقات بریلوی، دیوبندی اور شیعہ مسلک کے لوگوں کے ساتھ بھی تھے۔ اس معاملے میں ان کا عمل قرآنی تعلیم ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی﴾ (المائدۃ:۲) کا آئینہ دار تھا۔ وہ مخاطب کی بات میں وزن دیکھتے تو تقویٰ کی کسوٹی پر پرکھتے اور جذبۂ بر کے تحت تعاون میں قطعاً گریز نہ کرتے تھے۔

ایک روز دوستوں میں دورانِ گفتگو مسلکی بحث چل نکلی۔ بریلوی مکتب فکر کی بعض باتیں زیر تبصرہ تھیں۔ کچھ اس مسلک کے ساتھی بھی تھے۔ وہ دفاعی کوشش کرتے رہے لیکن لاجواب

www.KitaboSunnat.com

ہوئے۔ عبدالجبار شاکر بولے: طاہر بھائی! چھوڑیئے، آپ عقل کی باتیں کرتے ہیں۔ عشق و محبت کی باتوں میں عقل پیچھے رہ جاتی ہے۔ عقل عشق کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ عشق سر پھوڑ لیتا ہے، عقل تکتی اور غور کرتی رہتی ہے۔

بلا کے مقرر تھے۔ کالجوں یونیورسٹیوں میں منعقد ہونے والے ہر مباحثہ میں شریک ہوتے اور ہمیشہ میلہ لوٹ کر ہی واپس لوٹتے۔ تالیوں کی گونج میں سٹیج پر آتے اور تالیوں کی گونج ہی میں سٹیج سے اُترتے تھے۔ لیکن پہلی تالیاں تقریر اور ان کے انداز پر نہیں بلکہ ان کی ظاہری ہیئت کو دیکھ کر بجائی جاتی تھیں۔ جن میں طنز، ہاؤ ہو اور شور وغوغا ہوتا تھا۔ لیکن جب وہ زبان کھولتے، موضوع پر گفتگو کرتے تو پورے مجمع پر سناٹا طاری ہو جاتا۔ جادو کی کیفیت محسوس ہوتی۔ آخر میں یہ جملہ ضرور کہتے: جنابِ صدر! میں انہی دلائل و براہین کی روشنی میں آج کی قرارداد کی مخالفت / موافقت کرتا ہوں اور سٹیج چھوڑتے۔ اس وقت بھی تالیاں بجتیں لیکن یہ تالیاں سٹیج پر آنے کی تالیوں سے مختلف ہوتیں۔ ان میں تحسین وتعریف کا غلبہ ہوتا تھا۔ کسی مباحثے میں کسی بھی بڑے سے بڑے مقرر طالبِ علم کی عبدالجبار شاکر کے سامنے دال نہ گلتی۔

یہ شروع شروع کی بات ہے: میں نے پوچھا، شاکر صاحب! آپ کو جب کسی مباحثے میں سٹیج پر بلایا جاتا ہے تو آپ کے تاثرات کیا ہوتے ہیں۔ سٹیج کے خوف سے اعصاب پر کچھ اثر ہوتا ہے یا نہیں؟ بولے، سٹیج نام کی چیز میرے لیے اعصاب شکن نہیں۔ سٹیج کا خوف ان کے لیے کبھی پریشان کن نہیں ہوا۔ ایک روز باتوں ہی باتوں میں خود ہی کہنے لگے: جب میرا نام تقریر کے لیے پکارا جاتا ہے اور میں اُٹھ کر سٹیج پر جاتا ہوں تو طلبا میری ظاہری حالت، قمیص، شلوار، ٹوپی اور داڑھی کو دیکھ کر خوب ہنستے اور آوازے بلند کرتے ہیں، سیٹیاں بجاتے ہیں۔ اسی ہاؤ ہو میں میری تقریر شروع ہوتی ہے۔ لیکن چند ہی لمحوں بعد تمام ہنسنے والے سنجیدہ بلکہ انتہائی سنجیدہ ہو جاتے ہیں اور مباحثہ کا فیصلہ میرے حق میں ہو جاتا ہے۔

زمانہ طالبِ علمی عجیب بھی ہوتا ہے اور غریب بھی۔ خصوصاً یونیورسٹی سطح کا دور تو زندگی کے لیے عجائب وغرائب میں اور بھی اضافہ کرتا ہے۔ کیونکہ اس میں شباب وعناب کی رنگینیاں ہوتی ہی ہیں اور ہوسٹل کی زندگی اس کو دوآتشہ کرنے میں مدد ومعاون بنتی ہے۔ ایسے عالم میں بعض

www.KitaboSunnat.com

طالب علم شباب کے ساتھ عناب کے رسیا ہونے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ قانون کے شباب تو کسی قانون کی پروا بھی نہیں کرتے اور بہت سی حدود پھلانگ جاتے ہیں۔ کیونکہ اُنہیں کسی عتاب کی بھی پرواہ نہیں ہوتی۔ وہ قانون کو اپنا غلام اور عدالت کو باندی خیال کرتے ہیں۔

وولنر ہال کے ساتھ ہی لاء کالج کا ہاسٹل بھی ہے۔ وہاں مذکور اَمثلہ کی فراوانی ہوتی ہے۔ مشرقی علوم کے بعض طلبا بھی بہک جاتے ہیں لیکن بہت کم۔ عبدالجبار شاکر بھی وولنر ہاسٹل کے باسی اور لاء کالج ہاسٹل کے قریبی تھے۔ ان میں شباب اور جمال بھی تھا اور سخن وری کا کمال بھی۔ لیکن ان کے ہاں شباب کے ساتھ عناب نہیں، بلکہ 'اناب الی اللہ' کی کیفیت تھی۔ ان کی راتیں بھی جاگتی تھیں لیکن رجوع الی الرحمٰن کے ساتھ..... ان کے نینوں میں بھی مستی ہوتی تھی لیکن دعاے نیم شبی کی..... ان کی آنکھیں بھی اشکبار ہوتیں لیکن کسی فراق میں نہیں بلکہ عتاب الٰہی اور خشیت وتقویٰ کی کیفیت سے..... وہ بھی راتوں کو لاہور کی سڑکوں پر گھومتے تھے لیکن آوارہ نہیں بلکہ دینی لٹریچر کو تقسیم کرتے ہوئے۔

وہ خود تحریکی ذہن کے مالک تھے۔ اس لیے اُنہیں تاریخ میں انہی شخصیات سے رغبت تھی جنہوں نے اپنی زندگی کا نصب العین اعلائے کلمتہ اللہ قرار دے لیا تھا۔ وہ کلمتہ اللہ کو بلند کرتے ہوئے دنیا میں زندہ رہے اور اس کام کو کرتے کرتے دنیا سے رخصت ہوئے۔ ان کا نصب العین ہی یہ تھا کہ اعلائے کلمتہ اللہ کرتے کرتے مرنا ہے اور یہی کام مرتے مرتے کرنا ہے۔ اس حوالے سے زندہ شخصیات میں وہ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ سے متاثر تھے۔ ان کے اقوال کو گفتگو میں بیان کرتے۔ اس قلبی موانست کے باوجود وہ وسیع المشرب تھے۔ اہل حدیث ہونے کے ساتھ ساتھ بریلوی اور دیوبندی اکابر کا انتہائی احترام سے نام لیتے۔ اگر کسی شخصیت کے تذکرہ میں سیاسی وابستگی کے حوالے سے ذمّ کا پہلو سامنے آتا تو انتہائی ادب سے اس انداز میں ذکر کرتے کہ مخاطب ڈھیر بھی ہوتا اور زخم کا اندازہ بھی نہ ہو پاتا۔ وار کا احساس کچھ وقت گزرنے کے بعد ہی ہوتا۔ لیکن اس وقت تک چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ اس وقت تک مخاطب جواب دینے کی صلاحیت ہی سے عاری ہوتا۔

ان کا تعلق شیخوپورہ سے تھا اور اہل حدیث گھرانہ کے فرد تھے۔ یہاں کے اہل حدیث

www.KitaboSunnat.com

حضرات ابلاغ کے لیے ٹھیٹھ پنجابی کو ذریعہ بنایا کرتے حتیٰ کہ سٹیج پر بھی پنجابی ہی بولتے ہیں۔ اگر کبھی اُنہیں تکلّفاً اُردو میں گفتگو کرنی پڑ جائے تو زبان لڑکھڑاتی اور سننے والے کو کذب کا گمان ہونے لگتا ہے لیکن عبدالجبار شاکر کے ہاں یہ کیفیت نہ تھی۔ اُردو زبان اس شستہ انداز میں روانی سے بولتے کہ سننے والے کو اہل زبان ہونے کا گمان گزرتا۔ ان کی تقریر میں الفاظ کی ندرت بھی ہوتی اور اندازِ بیان میں شہد کی سی شیرینی پائی جاتی تھی کہ سننے والا مسحور ہو جاتا۔ کان لذتِ کلام سے اس درجہ مسحور ہوتے کہ سننے والا اپنی کم اور ان کی زیادہ سننے پر مجبور ہو جاتا۔ بلکہ ان کی ہی سنتے رہنے کو ترجیح دیتا تھا۔

شاعر مشرق حضرت علامہ اقبالؒ سے منسوب 'مرکزیہ مجلس اقبال' کا قیام تقریباً پون صدی قبل ہی عمل میں آ گیا تھا۔ تشکیل پاکستان کے بعد ہر سال یوم اقبال کی تقریب پابندی سے منعقد ہوتی ہے جس میں اہل فکر و اہل دانش اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ اقبال پسند جوش و جذبے سے اس تقریب میں شریک ہوتے ہیں۔ شعلہ بار خطیب، آتش فشاں مقرر اور ہفت روزہ چٹان کے ایڈیٹر جناب آغا شورش کاشمیری مرحوم عمر بھر مرکزیہ مجلس اقبال کے سیکرٹری رہے۔ تقریب میں سٹیج سیکرٹری کے فرائض ہمیشہ وہی ادا کیا کرتے تھے۔ ان کی شخصیت جادو اثر رکھتی تھی۔ الفاظ کا چناؤ اور اندازِ خطاب دلکش نہیں بلکہ مسحور کن ہوتا تھا۔ اپنی جولانی طبع سے پوری تقریب میں رنگ بھر دیتے تھے۔ موقع و محل کے مطابق اشعار کا انتخاب پیش کرنے کا انداز تقریب کی رونق کو دوبالا کر دیتا۔ وہ اپنی تقریر سے انسانوں کے بپھرے طوفان کو جامد کرنے اور جامد لوگوں کا جمود توڑ کر بپھرے ہوئے طوفان میں تبدیل کر دینے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ حاضرین دم بخود ہو کر آغا شورش کی باتیں سنا کرتے تھے۔

ان کے انتقال کے بعد مرکزیہ مجلس اقبال کی تقاریب میں وہ رنگ نہ رہا۔ چند برس یہ تشنگی رہی۔ ہر شخص آغا صاحب کو یاد کیا کرتا تھا۔ چند برس اسی طرح گزر گئے، جانے انتخاب کس کا تھا۔ تاہم نقابت کی ذمہ داری عبدالجبار شاکر کے سپرد ہوئی۔ اُنہوں نے کوثر و تسنیم میں دھلی، دبستانِ دہلی اور دبستانِ لکھنؤ کی مجموعی شستہ اور سریلی اُردو سے حاضرین کو دنگ کر دیا۔ عبدالجبار نے صحیح معنوں میں آغا شورش کی یاد تازہ کی اور نقابت میں آغا جی کی نیابت کا حق ادا

www.KitaboSunnat.com

کر دیا اور مجلس اقبال کی سابقہ رونقیں پھر لوٹ آئیں۔ عبدالجبار شاکر کے بعد اب اس خلا کو کون پر کرے گا۔ دور و نزدیک فوری طور پر ایسی کوئی شخصیت دکھائی نہیں دیتی۔

عبدالجبار شاکر کی طبیعت میں سادگی کا وہ عالم تھا کہ اسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی۔ ہمارے ہاں کئی برس سے پابندی کے ساتھ درسِ قرآن جاری ہے: ہفتہ میں صرف ایک بار جمعہ کی شب مغرب سے عشاء کی نماز تک۔ علمی زوال کا عالم کہ یہ ذمہ داری میرے سپرد ہے۔ ایک پارے کے اختتام پر کسی اہل علم کو دعوت دی جاتی ہے جو اپنے وعظ سے مستفیض فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ عبدالجبار شاکر کو دعوت دی گئی۔ فوراً قبول فرمائی، بروقت تشریف لائے۔ درس دیا اور حاضرین سے خطاب کیا۔ کچھ ادبی دوست ملنے آ گئے تو محفل دیر تک جمی۔ علمی، تحقیقی اور تجسس بھری باتیں بھی ہوئیں، ادبی چٹکلے بھی چلے۔ معروف ادیب و اُستاد ڈاکٹر انور محمود نے ان کی گفتگو پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ شاکر صاحب کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی زبان میں گویا ہوتے ہیں۔ ان کی گفتگو سے لذتِ سماعت کا احساس بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ آرام کے لیے غریب خانہ پر انتظام تھا۔ اے سی والے کمرے میں بستر لگایا۔ فرمانے لگے: طاہر بھائی! ایسے تکلّفات میں نے نہیں پالے۔ تمہارے مکان پر چھت ہے نا۔ میں نے عرض کی: شاکر بغیر چھت کے کونسا مکان ہوتا ہے؟ ہنس دیئے، بس تو میں چھت پر سوؤں گا۔ میں نے اے سی والے کمرے میں سونے پر اصرار کیا، انکار ہی آیا۔ میں نے آخری دلیل دی، کہا: چھت پر مچھر کاٹیں گے۔ بولے: حقیر مخلوق ہے، اپنے حصہ کا رزق ہمارے جسم سے لے لیں، کیا حرج ہے۔ میں لاجواب ہوا، چھت پر لے گیا، چارپائی بچھائی۔ میں نے کہا: رکیے ابھی بستر لاتا ہوں۔ کہنے لگے: ضرورت ہی نہیں۔ بولے: وہ شعر نہیں پڑھا ع

وہ ہاتھ سو گیا ہے سرہانے دھرے دھرے

قدرت کی طرف سے سرہانا جسم کا حصہ ہے، اس لیے حاجت ہی نہیں۔ میں بھاگم بھاگ نیچے آیا، بستر اُٹھایا، اوپر چھت پر پہنچا تو شاکر صاحب سنت کے مطابق دائیں کروٹ سر کے نیچے بازو رکھے گہری نیند سو چکے تھے۔ میں نے بے آرام کرنا مناسب نہ سمجھا۔

عبدالجبار شاکر سے میری ٹیلی فون پر گفتگو ان کے انتقال سے ہفتہ عشرہ قبل ہوئی۔ وہ مجھے

www.KitaboSunnat.com

میری کتاب 'تذکارِ قراءٔ' کی طباعت کی اطلاع کے ساتھ مبارکباد دے رہے تھے۔ مذکورہ کتاب ان کے بیٹے رفیع الدین نے شائع کی تھی جو 'نشریات' کے نام سے ایک طباعتی ادارہ چلا رہے ہیں۔ فرمانے لگے: کتاب چھپ چکی ہے، صرف جلد بندی کے مراحل باقی ہیں۔ ایک ہفتہ کے دوران اس مرحلے کی تکمیل بھی ہو جائے گی۔

عبدالجبار شاکر کا ایک وصف یہ تھا کہ وہ علمی کام کرنے کی تحریک ضرور دیتے تھے۔ فرمانے لگے: آئندہ کس موضوع پر کام کرنے کا ارادہ ہے۔ میں نے عرض کی: ارادہ نہیں بلکہ بہت سا کام مکمل ہے۔ مجودِ اوّل و اعظم محمد ﷺ کے عنوان سے رسالت مآب ﷺ کی ان مساعی اور فرمودات نیز آپؐ کا اندازِ تلاوت اور آپ کی تلاوت کے سحر پر کافی کچھ لکھ چکا ہوں، تھوڑا کام باقی ہے۔ سنتے ہی انتہائی خوشی کا اظہار کیا اور کہا: یہ موضوع تمہارا ہی ہوسکتا تھا۔ یقیناً موضوع کا حق اَدا ہوگا۔ پھر فرمانے لگے، طاہر جلد تکمیل کیجئے۔ بھائی کی اس کتاب پر مقدمہ میں خود لکھوں گا اور نشریات ہی شائع کرے گا اور سیرت کے صدارتی ایوارڈ کے لیے کتاب پیش کی جائے گی۔ لیکن ایک احتیاط ضرور ملحوظ رکھئے: آیات و احادیث کی صحت بہت ضروری ہے۔ کتاب خواہ کتنی ہی اچھی ہو، ہمارے بعض کرم فرما اس حوالے سے کتاب مسترد کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں نے عرض کی، مقدور بھر کوشش کروں گا۔ یہ میرے ساتھ ان کی آخری گفتگو تھی۔ 'تذکارِ قراءٔ' طبع ہوکر پہنچی تو دو روز بعد ہی اخبار میں خبر تھی، عبدالجبار شاکر چل بسے۔ دل گرفتہ ہوا، کاش ''جیتا کچھ دن اور'' میری خوشی کو دوبالا کرتا، کتاب کی تقریب شناسائی میں شریک ہوتا۔ اپنی مسجع و مقفیٰ گفتگو سے 'تذکارِ قراءٔ' کو مزید اُجالتا۔ لیکن قرآن کا فیصلہ اٹل و حتمی:

﴿ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ (یوسف:۲۱)

''لوگ اس حقیقت سے کتنے بے بہرہ ہیں کہ اللہ ہی کا فیصلہ ہمیشہ غالب آ کر رہتا ہے۔''

☆

لوگ گھر بیوی بچوں کے لیے بناتے ہیں۔ اُنہوں نے گھر بیوی بچوں کے لیے نہیں بلکہ کتابوں کو جمع کرنے کے لیے بنایا۔ وہ کتابیں جمع نہیں کرتے بلکہ کتابوں کو پالتے تھے۔ بالکل اسی طرح جس طرح ایک انسان اپنی اولاد کی پرورش کرتا ہے۔ ان کا کتب خانہ اَن گنت

www.KitaboSunnat.com

کتابوں کا مجموعہ ہے۔ اسے اُنہوں نے بیت الحکمۃ کا نام دیا۔ یہ بیت الحکمۃ اپنی بعض خصوصیات میں پاکستان کی بڑی سرکاری وغیر سرکاری لائبریریوں کو شرماتا ہے۔

اہل علم جانتے ہیں کہ ہندوستان کے شہر پٹنہ میں ایک بڑی لائبریری ہے جس کا شمار دنیا کی اہم لائبریریوں میں ہوتا ہے بلکہ شہر پٹنہ کی وجہ شہرت اسی بڑی لائبریری ہی کی رہین منت ہے۔ جو 'خدا بخش لائبریری پٹنہ' کے نام سے موسوم ہے۔ خدا بخش بھی کتابوں سے محبت کرنے والا عام انسان تھا۔ پیشہ کے اعتبار سے سول جج کے عہدہ پر فائز تھا۔ مہینہ کے بعد حق الخدمت کے طور پر جو تنخواہ ملتی، اس میں سے اپنی گزر اوقات کے پیسے رکھ کر بقیہ کی کتابیں خرید لیتا اور اپنے گھر کی الماریوں میں سجا لیتا تھا۔ بوقتِ انتقال یہی ذخیرہ اس کی وراثت تھا۔ کتابوں کی تعداد اتنی زیادہ ہوگئی تھی کہ اس کا انتظام وانصرام حکومتِ وقت کو سنبھالنا پڑا۔ اس وقت سے یہ لائبریری حکومتِ ہند کی تحویل میں ہے اور اسی عظیم شخصیت خدا بخش کے نام سے موسوم ہے جس میں کتابوں کی تعداد لاکھوں کو چھو رہی ہے۔ دنیا میں طبع ہونے والا کوئی جرنل ایسا نہیں ہے جو اس لائبریری میں موجود نہ ہو۔

عبدالجبار شاکر کی وراثت بھی درہم و دینار نہیں بلکہ وہ عظیم لائبریری ہے جو اس نے اہل علم اور اہل پاکستان اور اپنی اولاد کے لیے ورثہ میں چھوڑی ہے۔ یقیناً ان کی صلبی اولاد اس ذخیرہ کی شرعاً وارث ہے۔ احتیاط کا تقاضا ہے کہ عبدالجبار شاکر کا یہ عظیم علمی ورثہ ایسے شکاریوں کے ہتھے نہ چڑھے جو کتابوں کو سیروں اور منوں میں تولتے ہیں اور مال کھرا کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ ہم نے بڑے بڑے اہل علم کی کتابوں کو فٹ پاتھ پر فروخت ہوتے دیکھا ہے اور بعض عظیم لکھاریوں کی کتابیں ردّی کے بیوپاریوں کے ہاں دیکھی ہیں۔ جو پھر پنساریوں کے ہتھے چڑھیں اور اُنہوں نے ان کے لفافے بنائے اور ان میں ٹڈی مار پوڈر اور چوہے مار گولیاں باندھنے سے بھی گریز نہ کیا۔ عبدالجبار شاکر کی لائبریری ایک خزانہ ہے جس کا پہرہ دینا ضروری ہے۔ اگر اس پہرہ کا خاطر خواہ انتظام کیا گیا تو یقیناً یہ علمی ورثہ مرحوم کی طرف سے صدقہ جاریہ ہوگا جو قیامت تک ان کے حسنات میں اضافہ کرتا رہے گا۔

عبدالجبار شاکر انتہائی امین تھے۔ کسی کے الفاظ تک کو امانت خیال کرتے۔ ایک ملاقات

www.KitaboSunnat.com

میں تذکرۂ عالم اسلام کی حالتِ زار پر چل نکلا۔ اس وقت پاکستان کے صدر جناب رفیق تارڑ تھے۔ ان سے عبدالجبار شاکر کی گاڑھی چھنتی تھی۔ جانے یہ محاورہ کس طرح اُردو والوں میں چل نکلا۔ حالانکہ مشاہدہ یہ ہے کہ جو گاڑھی ہو، وہ تو چھنتی ہی نہیں لیکن ہمیں اس سے کیا غرض، یہ اُردو والوں کا کام ہے، وہ جانیں۔ بہرحال عبدالجبار شاکر کے ساتھ رفیق تارڑ کی دوستی گاڑھی تھی، اتنی گاڑھی کہ چھنتی ہی نہ تھی۔ میں نے عرض کیا: قبلہ سارا یورپ مسلمانوں کو دہشت گرد کہتا ہے اور اپنی زبان میں وہ ہمارے لیے Terrorist کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ دیکھئے جب سے جناب رفیق تارڑ صدر بنے ہیں، اس وقت سے سارا یورپ ان کو رفیق Terrer کہتا ہے۔ میری بات سن کر عبدالجبار شاکر بہت محظوظ ہوئے۔ کافی دیر تک ہنستے رہے، مجھے داد دیتے رہے۔ پھر کہنے لگے: تارڑ صاحب سے میری ملاقات چار روز بعد طے ہے۔ میں اُنہیں یہ لطیفہ ضرور سناؤں گا۔ یہ کہہ کر معاً بولے کہ آپ ہی کا نام لے کر سناؤں گا۔ مجھے ان کی اس بات پر رشک ہوا۔ جو شخص الفاظ کے حوالے سے بھی اتنا محتاط ہو، اس کے ہاں مادی چیزوں کے بارے میں احتیاط کا عالم کیا ہوگا۔

خاموش نہ بیٹھنے والا، گھر کو منتقل نہ کرنے والا، زندگی کی اس روش کو چھوڑ کر منوں مٹی تلے منتقل ہو چکا ہے۔ کاش زمین کی زبان ہوتی تو میں نوشہرہ ورکاں کی مٹی کے ذرّات سے پوچھتا: تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے۔ وہ میرا محبوب تھا، وہ میرا محبّ تھا۔ میرے محبوبوں کا محبّ تھا۔ اب وہ محبت ترک کر کے گریباں سی چکا۔ وہ وہاں چلا گیا جہاں سب کو جانا ہے۔ دنیا والے سفر کریں تو لوٹ کر اپنے گھر ضرور آتے ہیں۔ امیر خسرو نے کہا تھا:

سانجھ پئی چوں دیس

لیکن عبدالجبار شاکر اس سفر پر چلا گیا جہاں سے کوئی مسافر لوٹتا نہیں۔ لیکن ٹھہریئے ..... وہ تو یہ سبق دے گیا ہے کہ میں دنیا میں سفر پر آیا تھا۔ اپنے حصہ کا کام کر چکا، اب اپنے گھر لوٹ کر جا رہا ہوں:

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے !

اے نوشہرہ ورکاں کی خاک! میں تجھ سے مخاطب ہوں اور صرف یہ کہتا ہوں:

اے خاک تیرہ دلبر ما را عزیز دار ایں نورِ چشم ما است کہ در بر گرفتہ ای

www.KitaboSunnat.com

موضوعاتی اشاریہ

محمد شفیق کوکب

ماہنامہ 'محدث' کا ایک سالہ اشاریہ

جنوری تا دسمبر ۲۰۰۹ء ◉ جلد ۴۱ ◉ شمارہ ۳۲۶ تا ۳۳۳

حدیث وسنت

محمد زکریا الزکی	'علم منقولات' یعنی فن محدثین اور جدید سائنس	مارچ/اپریل	۱۲-۲۸
زاہدہ شبنم، پروفیسر	وحی بصورتِ خواب؛ مقاصد اور حکمتیں	مارچ/اپریل	۲۹-۴۲
عبداللہ دامانوی، ڈاکٹر	سلام ومصافحہ کے اَحکام ومسائل	نومبر	۹-۳۰
عمران حیدر مرزا	صلہ رحمی اور مسلم معاشرہ	نومبر	۱۳۲-۱۴۲
زاہدہ شبنم، پروفیسر	شیرخوار بچے کے پیشاب کی طہارت کا شرعی طریقہ اور حکمتیں	دسمبر	۲۹-۳۸

پرویزیت

محمد دین قاسمی، پروفیسر غلام احمد پرویز کے ایمان بالقرآن کی حقیقت ❶	اگست	۶۱-۸۰
محمد دین قاسمی، پروفیسر غلام احمد پرویز کے ایمان بالقرآن کی حقیقت ❷	نومبر	۳۱-۵۲

غامدیت

محمد رفیق چوہدری	جاوید احمد غامدی اور انکارِ حدیث ❹	جنوری/فروری	۳۳-۴۳
محمد رفیق چوہدری	جاوید احمد غامدی کی کتاب 'میزان'	جنوری/فروری	۱۰۳-۱۱۱
محمد رفیق چوہدری	جاوید احمد غامدی اور انکارِ حدیث ❺	مارچ/اپریل	۷۹-۸۰
محمد زبیر، حافظ	خورشید عالم، علامہ البانیؒ اور چہرے کا پردہ	مارچ/اپریل	۹۰-۹۷
محمد رفیق چوہدری	جاوید احمد غامدی اور انکار حدیث ❻	مئی	۲۱-۲۷

عبادات

اِرشاد الحق اثری	عقیدہ کا اہم پہلو؛ الوَلاء والبَراء	جنوری/فروری	۱۹-۳۲
محمد ارشد کمال	رمضان المبارک کے اَحکام ومسائل	جولائی/اگست	۱۷-۴۱
عمر فاروق سعیدی	عبادات میں اِحسان واِخلاص	جولائی/اگست	۸۱-۹۸

www.KitaboSunnat.com

تحقیق وتنقید

محمد زبیر، حافظ	اسلامی نظریاتی کونسل کا 'اجتہاد' یا 'الحاد'	جنوری/فروری ۴۵-۶۲
محمد عزیر، قاری	''اقبالؒ؛ ایک پیغمبر کی حیثیت سے''	نومبر ۱۴۷-۱۴۸

مسئلہ تصویر، الیکٹرانک میڈیا

شعیب عالم، مفتی	جدید طریقۂ تصویر سازی کا حکم	مارچ/اپریل ۷۳-۷۹
مفتی عبدالواحد، ڈاکٹر	ویڈیو، سی ڈی سے سکرین پر تصویر کا حکم	مئی ۴۹-۵۹
عبدالعظیم جانباز، پروفیسر	میڈیا؛ اسلام کے خلاف مؤثر ہتھیار	جون ۷۴-۸۰

بینکاری/معیشت واقتصاد

ذوالفقار علی، حافظ	اسلام کا نظریۂ زر اور کرنسی کی شرعی حیثیت	مارچ/اپریل ۴۳-۶۱
رفیق احمد، مفتی	مروّجہ اسلامی بینکاری اور جمہور علما کا موقف	مارچ/اپریل ۶۲-۷۲
ذوالفقار علی، حافظ	خرید وفروخت کے زرّیں اسلامی اُصول ①	نومبر ۶۷-۸۴
محمد امین ڈاکٹر، پروفیسر	'اسلامی بنکاری' کی شرعی حیثیت	نومبر ۸۵-۱۰۴

اسلام اور مغرب

عطاء اللہ/حامد میر	غزہ پر صہیونی جارحیت اور مسلم اُمہ	جنوری/فروری ۲-۱۸
ثروت جمال اصمعی	نائن الیون کی حقیقت اور عالم اسلام	جون ۶۶-۷۳
زاہد صدیق مغل	جدید اعتزال کے فکری ابہامات کا جائزہ ❶	مئی ۶۰-۷۶
زاہد صدیق مغل	جدید اعتزال کے فکری ابہامات کا جائزہ ❷	جولائی/اگست ۹۹-۱۱۷
زاہد صدیق مغل	جدید اعتزال..... ❸ ''اسلام اور ہیومن رائٹس''	نومبر ۱۰۵-۱۳۱
طارق عادل خاں	صدرِ امریکہ بارک حسین اوباما ہی کیوں؟	جولائی/اگست ۱۱۸-۱۲۸
حسن مدنی، حافظ ڈاکٹر	مسلم اُمہ کا زوال اور دورِ حاضر	نومبر ۲-۸

قانون وقضا [المیہ سوات ووزیرستان]

حسن مدنی، ڈاکٹر حافظ	پوری قوم کا ایک ہی مطالبہ؛ عدل کا قیام	مارچ/اپریل ۲-۱۱
محمد زبیر، حافظ	تحریکِ نفاذ شریعت اور علماء کی ذمہ داریاں	مئی ۲۸-۳۹
ادارہ 'محدث'	نظامِ عدل ریگولیشن ۲۰۰۹ء کا اُردو متن	مئی ۴۰-۴۵
	حکومت اور تحریک کے مابین 'معاہدہ امن' کا متن	مئی ۴۶

www.KitaboSunnat.com

	اعلامیہ اجلاس 'ملی مجلس شرعی' منعقدہ جامعہ نعیمیہ، لاہور	مئی	۴۷-۴۸
حسن مدنی، ڈاکٹر حافظ	سوات کا معاہدۂ امن کیونکر سبوتاژ ہوا؟	جون	۵۰-۵۹
حافظ محمد مصطفیٰ راسخ	سربراہ اور قائدین کی عدالتی بازپرس اور اسلام	دسمبر	۲-۱۸

امریکہ کی جنگ

حسن مدنی، ڈاکٹر حافظ	پاکستان میں 'امریکہ کی جنگ' کہاں تک؟	جون	۲-۱۶
عبدالرحمٰن مدنی حافظ	کیا سوات و مالاکنڈ میں بغاوت اُٹھ رہی ہے؟	جون	۴۳-۴۹
رضیہ مدنی، محترمہ	سوات آپریشن؛ اسباب ونتائج	جون	۶۰-۶۲
سید عامر نجیب	نظریات کبھی قوت سے تبدیل نہیں ہوتے! [انٹرویو: مدیر اعلیٰ]	جون	۶۳-۶۵
عامر لیاقت، ڈاکٹر	سوات معاہدہ نقل مکانی اور ملکی صورتحال [انٹرویو: مدیر اعلیٰ جیو نیوز]	جون	۱۷-۲۷
محمد امین، ڈاکٹر	سوات میں نفاذِ شریعہ اور طالبانائزیشن	مئی	۲-۲۰

خلافت وجمہوریت

زاہد صدیق مغل	مسلم ریاستیں اور خلافتِ اسلامیہ	جنوری/فروری	۶۳-۷۴
عطا محمد جنجوعہ	خلفاے راشدین کا تعین شورائی تھا!	جون	۲۸-۴۲
عطا محمد جنجوعہ	حکومتِ الٰہیہ اور جمہوریت	نومبر	۵۳-۶۶
محمد زبیر، حافظ	'توحید حاکمیت' سلفی علما کے اقوال کی روشنی میں	دسمبر	۳۹-۵۰

تعلیم وتعلّم

برٹرینڈ رسل	تعلیم میں حب وطن کا مقام [مترجم: ی آر عزیز]	جنوری/فروری	۷۵-۸۶
حسن مدنی، حافظ ڈاکٹر	دینی تعلیم اور معاشرے کی اسلامی تشکیل	جولائی/اگست	۲-۱۶
محمود احمد غازی، ڈاکٹر	اِسلام کا تصورِ تعلیم	جولائی/اگست	۴۲-۵۰
محمد بشیر، مولانا	اِسلامی مدارس اور تعلیم کی خشتِ اوّل	جولائی/اگست	۵۱-۶۰

یادِ رفتگاں

عبدالرزاق ملیح آبادی	امام شافعی؛ ائمہ فقہا کی علم پروری اور معاشی معمولات	جنوری/فروری	۸۷-۱۰۲
محمد یوسف انور	پروفیسر عبدالجبار شاکر کا سانحہ ارتحال	نومبر	۱۴۳-۱۴۸
محمد طاہر، ڈاکٹر قاری	عبدالجبار شاکرؒ؛ کتاب شناس وکتاب دوست	دسمبر	۶۲-۷۵
اشفاق سجاد سلفی	ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری؛ جوارِ رحمت میں	دسمبر	۵۱-۶۱

www.KitaboSunnat.com

فہارس موضوعی

سمیع الرحمٰن	یونیورسٹیوں میں 'سیرت' پر لکھے گئے مقالات	مارچ/اپریل ۹۸-۱۰۹
محمد شاہد حنیف	اشاریہ مجلّہ 'المیزان' اسلام آباد [۱ تا ۱۶]	نومبر ۱۴۹-۱۶۰
محمد شفیق کوکب	ماہنامہ 'محدث' کا اشاریہ برائے سال ۲۰۰۹ء	دسمبر ؟-؟

متفرق

محمد مزمل احسن شیخ	روشن خیال یا خوش حال پاکستان	مارچ/اپریل ۱۱۰-۱۱۲
عبدالروف ظفر، پروفیسر	'نقوشِ سیرت' از پروفیسر ڈاکٹر شیر محمد زمان کا علمی مطالعہ	جنوری/فروری ۱۱۲-۱۲۸
عبدالجبار سلفی	قابل رشک لمحہ مسرت	مئی ۷۷-۸۰
فتاویٰ کونسل	ایفائے عہد کا عدالتی طور پر لزوم!؟	جنوری/فروری ۴۵-۴۶
محمود الحسن عارف، ڈاکٹر	قرآنی آیات کی ترتیب توقیفی ہے!	دسمبر ۱۹-۲۸

☆.....☆.....☆

خریداران محدث کی خدمت میں گزارش

سال ۲۰۰۸ء، ۲۰۰۹ء میں مدتِ خریداری ختم ہونے پر محدث کے خریداروں کو بذریعہ پوسٹ کارڈ اطلاع دی گئی لیکن بعض خریداران نے ابھی تک تجدید نہیں کروائی۔ ایسے خریدار جنہوں نے دسمبر ۲۰۰۸ء کے بعد زرِتعاون جمع نہیں کرایا، ان سے گزارش ہے کہ وہ جلد از جلد زرِسالانہ بھیج کر تجدید کروائیں۔ یاد دہانی کی عدم پیروی کی صورت میں ان کے نام ڈاک فہرست سے کاٹنے پر ہم مجبور ہوں گے۔ مزید برآں جن خریداران کو دسمبر ۲۰۰۹ء سے مدتِ خریداری ختم ہونے کے پوسٹ کارڈ بھیجے جارہے ہیں وہ بھی پہلی فرصت میں ادائیگی فرمادیں۔ اگر خدانخواستہ آئندہ محدث کی خریداری جاری نہیں رکھنا چاہتے تو تب بھی بذریعہ خط/فون دفتر محدث کو فوری مطلع فرمائیں۔ شکریہ

محمد اصغر منیجر 'محدث' موبائل: 0305-4600861

www.KitaboSunnat.com

LRL No.183
Vol.41 No12
Monthly MUHADDIS Lahore
5866476
5866396

- عناد اور تعصب قوم کے لیے زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں
  لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر اِفہام وتفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

- علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکارِ انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں
  لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دقیانوس بتانا
  اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

- غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے
  لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا
  فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

- تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظرانداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے
  لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائلِ اسلامیہ کو نرم کر
  دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

- آئین وسیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے
  لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

- جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے
  لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات ومحاسن سے مزین پائیں گے، اِن شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

قیمت فی شمارہ ۲۰ روپے — زرسالانہ ۲۰۰ روپے
ISLAMIC RESEARCH COUNCIL 99-J, Model Town, Lahore 54700